خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

خواتین ڈائجسٹ

SEPTEMBER 2001

مکمل ناول

بڑے سارے آہنی گیٹ کو پار کرتے ہی سارا منظر پل بھر میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

آنے والے کی ساری تھکن' ساری کوفت' سکون اور اطمینان میں ڈھلنے لگتی' اس وقت بھی حیدر کے اندر داخل ہونے پر گیٹ بند ہوتے ہی وہ دھوپ بھری دوپہر کہیں دور پیچھے رہ گئی' جس نے اسے بیزار کر ڈالا تھا۔

ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا۔

احاطے میں لگے آم' امرود اور نہ جانے کن کن چیزوں کے درخت سر سے سر جوڑے نہ ختم ہونے والی باتوں میں مصروف لگتے تھے' ان کی ٹہنیوں نے ایک دوسرے میں الجھ کر ایسا گھنا جال بن لیا تھا کہ سورج کی تپتی کرنیں' یہاں بس ذرا دیر کے لیے ہی اترا کرتی تھیں۔ سردیوں میں البتہ بڑے ماموں جان ان سارے درختوں کی جن کے نام صرف انہیں ہی ازبر تھے۔ تھوڑی بہت چھٹائی کروانے کا تکلف کر لیا کرتے تھے۔

جہاں سال کے دس مہینوں میں چار موسموں کے بجائے محض ایک موسم یعنی گرمی کا ہی راج رہتا ہو' وہاں برائے نام آنے والی سردی کو خاطر خواہ عزت دینے کے وہ قائل نہ تھے اور ویسے بھی دھوپ کا شوق

عالیہ بخاری

digest novels lovers group ❤❤

رستہ بھول نہ جانا

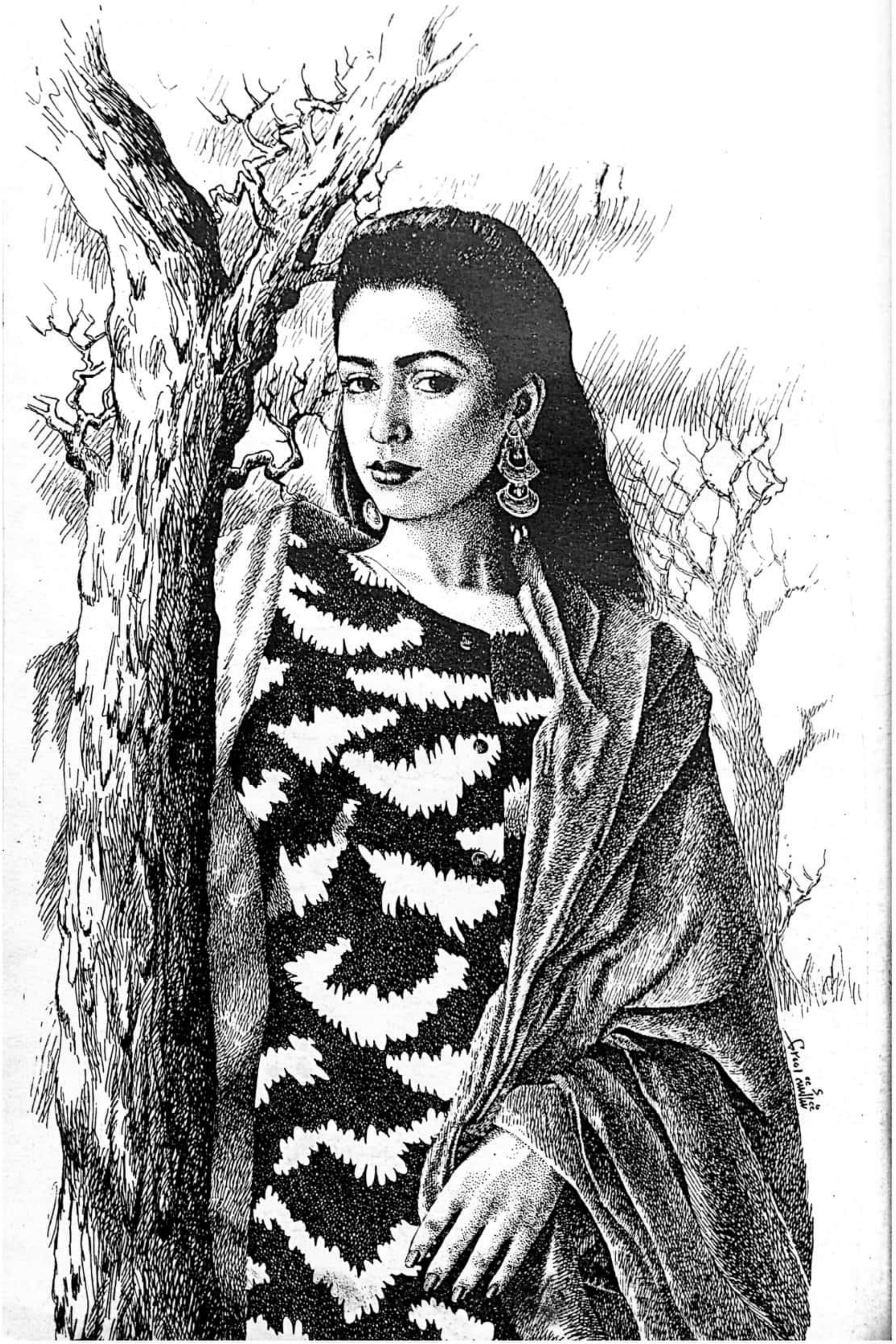

رکھنے والوں کے لیے پچھلے جانب کا صحن موجود تھا۔

حیدر کو یہ نیم تاریک ٹھنڈی چھاؤں بھرا گھر بے حد عزیز تھا۔ جہاں وہ اتنی چھوٹی عمر میں آگیا تھا کہ اسے اپنا آنا خود بھی یاد نہیں تھا' ہوش سنبھالنے پر اس نے خود کو مع ثمینہ آپا شاہینہ جی اور امی یہیں پایا تھا۔

داخلی سیڑھیوں کے پاس لگے یام کے درختوں کے قریب سے گزرتا وہ اندر داخل ہو گیا' خلاف معمول سامنے کوئی بھی نہیں تھا' کلمۂ شکر پڑھتا ہوا وہ فوراً" ہی بائیں ہاتھ کی طرف اوپر کی منزل پر جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"حیدر بھائی آ گئے!" ایک ساتھ کئی آوازیں ابھریں' چھوٹے ماموں کی ساری اولاد حاضر تھی۔

"کیا لائے ہیں' دکھائیں۔" آخر کے تین نمبر والوں نے ایک ساتھ ہی اس پر دھاوا بولا۔

"ارے ہٹو! ایک منٹ رکو تو سہی۔" حیدر نے خود کو بچانے کی ناکام کوشش کی' دراصل زیادہ فکر اس لفافے کی تھی' جس میں آج بے حد خواری کے بعد حاصل ہونے والے اردو کے نوٹس تھے اور جنہیں فوٹو کاپی کرانے کے چکر میں آج وقت اور روپوں دونوں کا ہی اچھا خاصا خرچ ہوا تھا۔

"اے ٹینا! خبردار! ہاتھ مت لگاؤ۔" اس نے تنگ آکر ڈانٹا۔

ٹینا جو سامنے لگے واش بیسن پر پانی کے چھینٹے اڑانے کے شغل میں مصروف تھی' حیدر کو دیکھ کر بغیر ہاتھ خشک کیے' اس موٹے سے لفافے کی کشش میں دوڑی چلی آئی تھی۔

ٹینا کے لیے ذرا سی بات سننا بھی قیامت ہو جاتا تھا' اس وقت بھی اس نے دیر نہیں کی۔

اگلے چند منٹوں میں سارا قصہ چھوٹی مامی کے گوش گزار کیا جا چکا تھا' اپنی اس لاڈلی نور نظر کو گلے سے لگائے وہ حیدر کو ملامت بھری نگاہوں سے دیکھے چلی جا رہی تھیں۔

"کچھ بھی نہیں کہا مامی! میں نے۔" حیدر شرمندہ شرمندہ سا صفائی پیش کرنے لگا۔ "مائرہ کے نوٹس ہیں' سارے گیلے ہو جاتے۔"

"اتنی سی بات پر تم نے بچی کو رلا دیا لے کر' نوٹس ہی تو ہیں' دوبارہ آجاتے۔" وہ بہت اطمینان سے گویا ہوئیں۔

حیدر کا سر پیٹ لینے کو دل چاہا۔

نویں کلاس میں پڑھنے والی وہ بچی نوٹس کا تذکرہ سن کر تھوڑی مایوس تو ہوئی مگر چمک کر بولی۔ "آپ کو تو بس مائرہ باجی کے کام یاد رہتے ہیں' ہمارے لیے کوئی چیز نہیں آتی۔"

چھوٹی مامی کے سامنے یوں بے دھڑک مائرہ کا حوالہ ملنے پر وہ بوکھلا سا گیا' مگر خود پر قابو پاتے ہوئے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا۔

"تمہارے لیے یہ سویٹس ہیں' خوامخواہ ناراض ہو رہی ہو۔"

"بس اتنے سے ہی!" ٹینا نے منہ بنایا۔

"خیر' آئندہ یاد رکھیے گا۔" ایک جھپٹا مار کر سوئٹس کا پیکٹ اس کے ہاتھ سے چھین کر وہ یہ جا وہ جا۔

اس کے پیچھے شور مچاتے ہوئے عارف اور گڈو بھی دوڑ لیے۔ ان تینوں کے غائب ہوتے ہی حیدر نے سکون کا سانس لیا۔

"مائرہ کہاں ہیں چھوٹی مامی؟"

"اپنے کمرے میں ہو گی اور کہاں جانا ہے۔" وہ لاؤنج میں پڑی سیٹی پر گرنے کے انداز میں بیٹھیں' اپنے حساب سے وہ ہمیشہ ہی بیمار رہا کرتی تھیں اور اس کا اظہار ان کی چال ڈھال اور باتوں سے بخوبی ہوا کرتا تھا۔

حیدر کو معلوم تھا کہ ابھی اگر ان کی طبیعت پوچھ لی تو گھنٹہ بھر پہلے سے خلاصی نہیں ہو پائے گی' اس لیے فی الحال نظر انداز کرنا ہی بہتر تھا۔

لاؤنج میں پھیلی جا بجا چیزوں سے بچتا بچاتا وہ مائرہ کے کمرے کی طرف آیا' دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر کا

منظر صاف طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

چھوٹے ماموں کے پورشن کے ہر کونے میں کم از کم ایک بات ضرور مشترک تھی اور وہ تھی بے ترتیبی' کسی بھی شے کا ٹھکانے پر ہونے کا تصور ہی یہاں محال تھا۔

زمین پر لڑھکتے کشن' گڈو کا بیٹ بال' کھونٹیوں اور کرسیوں پر کپڑوں کا ڈھیر' بیڈ کی فرش پر لٹکتی چادر' صبح سے یہاں جمع ہونے والی چائے کی پیالیاں' اور بھی نہ جانے کیا کیا۔

حیدر کے لیے اس سارے سین میں اچنبھے والی کوئی بات نہیں تھی۔ ان سب کے ذہن میں چھوٹے ماموں کے گھر کے اس سیٹ اپ کا تصور اب اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ اب اگر کسی دن یہ سب کچھ ٹھیک اسی طرح نہ رہے تو وہ مارے اجنبیت کے بوکھلا جائیں۔

کتابوں کا ایک جم غفیر اکٹھا کیے مائرہ ان میں تقریباً غرق تھی' اسے حیدر کی آمد کی خبر بھی نہ ہوئی۔ پڑھائی میں اس کا یہ انہماک حیدر کو بہت متاثر کرتا تھا۔ اس کے کھنکھارنے پر وہ چونکی۔

"یہ لو تمہارے لیے۔" حیدر نے فخریہ انداز میں لفافہ اس کے سامنے لہرایا۔ مائرہ کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"میرے لیے!" پل بھر میں اس نے لفافہ کھول ڈالا۔

اندر موجود کاغذوں کا ڈھیر شاید خلاف توقع تھا۔ اسی لیے ساری ایکسائٹمنٹ جاتی رہی تھی۔ "میں یہ سمجھی معلوم نہیں کیا ہے؟" اس نے بددلی سے لفافہ ایک طرف سرکایا۔

"سارے وہی ٹاپکس ہیں جن کا تم کہہ رہی تھیں' اتنے دن سے چند دوستوں کے مستقل پیچھے لگا ہوں' تب کہیں جا کر اکٹھے ہوئے ہیں' بہت شاندار نوٹس ہیں' اطمینان سے بیٹھ کر پڑھنا۔" اپنی کارکردگی گوش گزار کرتے ہوئے اس نے مائرہ کے تاثرات پر غور ہی نہیں کیا۔

"آپ نے خوامخواہ ہی اتنی تکلیف کی۔" مائرہ کو تکلفاً کہنا پڑ گیا۔

"تکلیف کی کیا بات ہے' تم ہی تو ہو ہمارے گھر میں جسے آگے پڑھنے کا اس قدر شوق ہے' ورنہ ہمارے گھر کی لڑکیاں پڑھنے کے علاوہ اور جو چاہے کرالو۔" حیدر طنزاً ہنسا۔

"ثمینہ آپا اور شاہینہ باجی کی تو خیر شادی ہی بہت جلدی ہو گئی تھی۔" مائرہ آہستہ سے بولی۔

"تو باقی کون سا تیر مار رہی ہیں' نازی کو دیکھ لو' انٹر کر کے سالوں سے فارغ بیٹھی ہے' شازیہ فرسٹ ایر میں آئی ہے' دیکھ لینا انٹر سے آگے وہ بھی نہیں جائے گی اور یہ تمہاری ٹینا' یہ تو سب کی استاد ہے' تین سالوں سے نویں میں اٹکی ہوئی ہے۔"

مائرہ کو باقی کا تو نہیں البتہ ٹینا کا ذکر برا لگا جلدی سے بولی۔

خواتین ڈائجسٹ کے شائع کردہ

چار نئے اور خوبصورت

ناول

- دل، دیا، دہلیز، رفعت سراج 600 روپے
- وہ خبطی سی دیوانی سی، آسیہ سلیم قریشی 400 روپے
- جو چلے تو جاں سے گزر گئے، ماہا ملک 150 روپے
- ساگر، دریا، بادل، بوند، رضیہ جمیل 250 روپے

قیمت پیشگی منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ سے بھجوائیں

ڈاک خرچ اور پیکنگ فری

منگوانے کا پتہ

- مکتبۂ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی
- لاہور اکیڈمی 205 سرکلر روڈ لاہور

"ٹینا تو خیر ابھی چھوٹی ہے' پھر بے چاری کو کوئی پڑھانے والا بھی نہیں ہے' ابا کے پاس گنجائش ہوتی تو وہ اسے ٹیوشن ہی لگوا دیتے۔" اپنی کم مائیگی کا احساس اس کی آواز میں جھلکنے لگا۔

حیدر شرمندہ سا ہو گیا' اس کا مقصد مائرہ کو دکھی کرنا نہیں تھا' یوں ہی ایک بات کہہ گیا تھا۔

"آپ ہی کچھ وقت نکال کر اسے پڑھا دیا کیجئے نا!"

جتنے مان سے اس نے فرمائش کی تھی' وہ یقیناً" سر کے بل پوری کرتا' مگر اس وقت ان سنی کر گیا' دراصل پچھلے سالوں میں وہ یہ کوشش دو' تین بار کر چکا تھا اور اب اسے پورا یقین تھا کہ ٹینا جیسی کند ذہن اور بھی کوئی دوسری ہونا مشکل ہے۔

وہ یوں ہی کتابیں الٹ پلٹ کرنے لگا' زیادہ تر بلکہ ساری ہی اس کی لائی ہوئی تھیں' مائرہ کو کتابیں جمع کرنے کا جنون تھا۔ ایم اے اردو میں خود کو این رول کرا لینے کے بعد تو وہ خود کو اردو ادب کے سنجیدہ ترین قارئین میں شمار کرتی تھی' اپنے سبجیکٹ کے علاوہ بھی افسانہ' ناول' مزاح' شاعری' سفرنامے' ہر موضوع پر اس نے کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔

"بہت اچھی کنڈیشن میں رکھا ہوا ہے تم نے ان بکس کو۔"

حیدر نے تعریف کی۔ کتابیں واقعی بالکل نئی لگ رہی تھیں۔ مائرہ اپنی تعریف پر خوش ہو گئی۔

"میں کسی کو بھی ہاتھ لگانے نہیں دیتی' میری فرینڈز بھی مانگ مانگ کر تھک جاتی ہیں۔"

اس کے بچکانہ انداز پر حیدر کو ہنسی آ گئی' ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب کے ورق الٹ پلٹ کرنے چاہے تو پتا چلا کہ بہت سے صفحے بیچ میں سے کاٹے بھی نہیں گئے ہیں۔ یہ حیرت کی بات تھی۔

وہ مائرہ سے پوچھنا ہی چاہ رہا تھا کہ چھوٹی مامی اندر آ گئیں۔

"چلو اچھا ہوا' تم بیٹھے ہوئے ہو' ذرا مجھے پانچ سو روپے تو دینا' پہلی کو واپس کر دوں گی۔"

حیدر کی جیب میں اس وقت پانچ سو روپے نہیں تھے محض ڈھائی سو رہ گئے تھے۔ انہوں نے وہی لے لیے۔

"ضرورت تو زیادہ کی تھی' خیر! پہلی کو لے لینا۔"

انہوں نے دوبارہ یقین دہانی ضروری سمجھی' حیدر سر ہلا کر رہ گیا' منہ سے کچھ نہیں کہا' جانتا تھا کہ پچھلی کئی بار کی طرح اس مرتبہ بھی وہ پہلی تاریخ تک یہ پیسے بھول چکی ہوں گی اور وہ لحاظ کے مارے کبھی بھی تقاضا نہیں کر سکے گا۔

نیچے آیا تو وہاں پھیلی ہوئی خاموشی برقرار تھی۔ آج گرمی زیادہ تھی۔ اس لیے شاید سب اپنے اپنے کمروں تک محدود ہو گئے تھے' حیدر نے اندازہ لگایا۔

امی اور نانی کا کمرہ مشترک تھا' حیدر نے وہاں جھانکا' تو وہ دونوں ہی سو رہی تھیں۔

بھوک بہت لگ رہی تھی مگر وہ پہلے فریش ہونا چاہتا تھا' اس لیے برابر میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔

واش روم میں اس نے بہت زیادہ دیر نہیں لگائی' گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا ہوا وہ باہر نکلا تو سیدھی نگاہ میز پر رکھی کھانے کی ٹرے پر گئی۔

کرسی کھینچ کر بیٹھنے لگا تھا کہ نازی آ گئی' پانی کی بوتل اور گلاس ٹیبل پر رکھ کر وہ خود بھی دوسری چیئر پر بیٹھ گئی۔

"اتنی دیر سے اوپر کیا کر رہے تھے؟ میں کھانا گرم کر کے انتظار کرتی رہی۔"

حیدر کو تعجب ہوا' اس کے خیال میں اسے گھر میں آتے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا' پوچھنے پر وہ بولی۔

"جب تم اوپر کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے' اس وقت میں برآمدے میں آئی تھی۔"

وہ خاموشی سے سر جھکائے کھانا کھاتا رہا۔

"میں سمجھ رہی تھی کہ شاید اوپر ہی کھانا کھانے بیٹھ گئے ہو۔" حیدر نے ہاتھ روک کر پانی کا گھونٹ بھرا' اس کے طنز کو وہ بخوبی سمجھتا تھا' اور جواب دینے کو فضول مانتا تھا۔

"تمہاری اتنی خدمات کے باوجود بھی لگتا ہے' چھوٹی مامی اور مائرہ زیادہ لفٹ نہیں کراتیں!" وہ پھر بھی

باز نہیں آئی۔

"بس کرو نازی! اس قدر بیس لیس (بے بنیاد) باتیں کرتی ہو کہ انسان کیا جواب دے!" حیدر پر جھنجلاہٹ طاری ہونے لگی "دیکھو' میرے لیے تم اور مائرہ برابر ہو' فرق صرف اتنا ہے کہ وہ تمہاری طرح وقت برباد کرنے کے بجائے آگے بڑھنے کی جستجو میں لگی ہوئی ہے' اب میں اگر اس بے چاری کی تھوڑی بہت ہیلپ کرتا ہوں تو تم کیوں اس قدر جیلسی فیل کرتی ہو۔"

"مجھے کوئی ضرورت نہیں کسی سے جلنے ولنے کی' سمجھے! اور وہ بھی مائرہ سے! اونہہ!" نازی کا چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا۔ "یہ جو پڑھائی کا ڈرامہ اس نے رچا رکھا ہے نا' اس سے تم جیسے بے وقوف ہی امپریس ہوتے ہوں گے' میں تو صرف تم سے ہمیشہ اتنا ہی کہتی ہوں اور اگر تمہارے پاس کچھ پیسے بچتے ہیں تو وہ شاہینہ باجی کو دے دیا کرو' وہ کبھی زبان سے ایک لفظ نہیں کہتیں مگر ہم سب کو معلوم ہے کہ انہیں کس طرح کے حالات کو جھیلنا پڑ رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ تمہاری سگی بہن ہیں کسی بھی دوسرے سے بڑھ کر ان کا تمہارے اوپر حق ہے۔"

اپنی بات پوری کر کے نازی رکی نہیں' حیدر کھانا کھا چکا تھا' اس نے تیزی سے برتن سمیٹے اور باہر نکل گئی۔

وہ اس کے پیچھے ہلتے ہوئے پردے کو دیکھتا رہا۔

نازی ہمیشہ اسے ڈبل مائنڈڈ کر جاتی تھی۔

یہ بحث جو ابھی ابھی ہوئی تھی' نئی نہیں تھی' مائرہ اور اوپر والے ایشو کو لے کر نازی ہمیشہ جھگڑنے کے موڈ میں رہتی تھی۔ حیدر بہت سوچنے کے باوجود بھی اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہتا کہ نازی مائرہ کے لیے کتابیں خریدنے یا ان لوگوں کے لیے کسی اور مد میں پیسے خرچنے کو رقم کا ضیاع کیوں تصور کرتی ہے۔ اس کے خیال میں چھوٹے ماموں کی آمدنی محدود تھی اور اخراجات زیادہ' اس کے اس خیال کو پختہ کرنے والی چھوٹی ممانی تھیں جن کے منہ سے وہ ہمیشہ حالات کا رونا سنتا آیا تھا۔

"ہاتھ کھینچ کر اور دل مار کر ہی ساری زندگی بسر ہوئی' نہ کبھی ڈھنگ کا پہنا' نہ من پسند کھایا' لوگوں کے گھر اور زندگیاں دیکھ کر رشک آتا ہے.....!"

ابھی پرسوں شام بھی وہ یہاں پہنچے سب کے بیچ میں بیٹھی کہہ رہی تھیں۔ سب ہی خاموشی سے سنتے رہے' ان کے جانے کے بعد نازی کہنے لگی۔

"اپنے حالات کی ذمہ دار خود چچی اور ان کے بچے ہیں۔ جس پھوہڑپن اور حقیقت کا سامنا نہ کرنے کے عادت میں وہ سب مبتلا ہیں' اس کے بعد کوئی اچھی امید نہیں رکھی جا سکتی ہے۔"

اس کی بات پر حیدر کی امی تو خاموش رہیں' مگر بڑی مامی نے نازی کی بہت خبر لی' وہ اس کے ہر معاملے میں بولنے کی عادت سے بہت عاجز رہتی تھیں۔ ان کی یہ دو ہی بیٹیاں تھیں' نازیہ اور شازیہ۔

باہر برآمدے میں آہٹ پر حیدر نے ذرا سا اٹھ کر دیکھا تو نازی تھی' اتنی دیر میں وہ کپڑے بدل کر تیار ہو چکی تھی' ہاتھ میں براؤن بیگ لیے وہ باہر کے لیے نکل رہی تھی۔ یہ اس کے آرٹ اسکول جانے کا وقت تھا۔ نازی نے آرٹ اینڈ کرافٹ سے متعلقہ کئی کورسز کیے ہوئے تھے اور اب وہ ایک ادارے میں ان فنون کی کلاسز لیا کرتی تھی۔

"اونہہ! وقت اور رقم دونوں کی بربادی!" حیدر نے تلخی سے سوچا' نازی کے یہ شوق اسے کبھی ایک آنکھ نہیں بھائے تھے' وہ انہیں پڑھائی سے بچنے کے بہانے قرار دیتا تھا۔

شام ڈھلے جب وہ سو کر اٹھا تو گھر میں مخصوص چہل پہل تھی' شازیہ اسے کمرے سے برآمد ہوتا دیکھ کر چائے بنانے چل دی۔ امی' بڑے ماموں' بڑی مامی اور نانی سب ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ اسے دیکھ کر خوش ہو گئے' ماموں اس کی جاب کے بارے میں پوچھنے لگے۔

حیدر نے یہ پرائیویٹ فرم حال ہی میں جوائن کی تھی' اس سے پہلے وہ جس جگہ جاب کر رہا تھا وہاں اسے کئی پرابلمز رہتی تھیں' یہاں کا ماحول بھی بہتر تھا

اور تنخواہ بھی پہلے کے مقابلے میں بڑھ گئی تھی۔ وہ ماموں کو فخریہ انداز میں اپنی خوش قسمتی سے آگاہ کرنے لگا' وہ مسکراتے ہوئے سنتے رہے' حیدر لمحے بھر کے لیے رکا تو وہ ملائمت سے بولے۔

"یہ سب آپا کی دعاؤں کا نتیجہ ہے' ہماری بہن نے بہت صبر اور استقامت کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔"

حیدر نے سر ہلاتے ہوئے تائیدی نگاہوں سے امی کی جانب دیکھا' ان کا دھیان ماموں بھانجے کی باتوں کی طرف نہیں تھا' وہ نانی اور بڑی مامی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں' نانی کی سماعت کمزور تھی' اس لیے ان کے ساتھ بیٹھ کر اونچی آواز میں بولنا پڑتا تھا۔

حیدر کو امی سے بہت محبت تھی' بچپن میں تو پل بھر کے لیے علیحدہ نہ ہوتا تھا' اسکولنگ کے ابتدائی سال اس نے روتے دھوتے ہی گزارے تھے۔ ابا کو بہت چھوٹی عمر میں کھو دینے کے بعد وہ عدم تحفظ کا شکار بچہ تھا۔

"آپا بہت خوش قسمت ہیں کہ انہیں تمہارے جیسا بیٹا ملا۔" بڑے ماموں کی آواز پر اس کا دھیان امی کی طرف سے ہٹا۔

"اور آپ جیسا بھائی!" اس نے مسکراتے ہوئے ٹکڑا لگایا۔

ماموں ہنسنے لگے "بہت باتیں کرنی آگئی ہیں تمہیں!"

عمروں کے تفاوت کے باوجود حیدر شروع سے بڑے ماموں سے بہت نزدیک تھا' انہوں نے اور بڑی مامی نے جس شفقت اور محبت کے ساتھ امی اور ان تینوں بہن بھائی کا ہاتھ تھاما تھا' اس کی حیدر کے دل میں بہت قدر تھی۔

باہر ماموں کے کوئی ملنے والے آگئے تو وہ اٹھ کر چلے گئے' حیدر چائے پیتے ہوئے ٹی وی دیکھنے لگا' ابھی وہ اپنا کپ ختم بھی نہیں کر پایا تھا کہ نازی آگئی' آج اس کی واپسی میں دیر ہوئی تھی اور دیر ہونے کا سبب بھی ساتھ ساتھ تھا۔

چھوٹے بڑے تین چار شاپنگ بیگز تھامے' وہ یقیناً" مارکیٹ سے آرہی تھی' لاؤنج میں داخل ہوتے ہی وہ سیدھی امی اور ممانی وغیرہ کی طرف چلی گئی' حیدر نے ذرا سا رخ بدل کر اس طرف دیکھا' وہ لوگ بہت اشتیاق سے بیگز کھول کر اس کی لائی ہوئی اشیاء دیکھ رہی تھیں اور نازی کا چہرہ کھلا جا رہا تھا' جیسے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دے کر آرہی ہو۔

"اب خود جو یہ اوٹ پٹانگ چیزوں میں پیسے برباد کر کے آرہی ہے تو کوئی حساب لینے والا نہیں ہے!" حیدر نے چڑ کر سوچا۔

یہاں بیٹھ کر اپنا دل جلانے سے بہتر تھا کہ وہ چھوٹی مامی کی وہ دوائیں لا دیتا جن کا پرچہ کل صبح سے اس کی جیب میں پڑا تھا' سو یہی سوچ کر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔ قریبی میڈیکل اسٹور سے ان کی دوائیں لے کر جب وہ اوپر پہنچا تو چھوٹی مامی زینے میں ہی مل گئیں۔

"روٹیاں دیکھ کر اچھی گرم لینا اور سالن کے لیے دو شاپر لینا ورنہ سارا گھی ٹپکتا آئے گا۔" وہ کھڑی عارف کو ہدایتیں دے رہی تھیں' جو ہاتھ میں پیسے تھامے منتظر تھا کہ کب وہ خاموش ہوں اور وہ وہاں سے کھسکے۔

حیدر کے پاس اپنی دوائیں دیکھ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"لے آئے' چلو اچھا کیا' پتا ہوتا کہ تم باہر جا رہے ہو تو تم ہی سے روٹی منگوا لیتے۔" اس کی کوتاہی کو جتاتے ہوئے وہ اندر کی طرف مڑ گئیں۔ حیدر بھی پیچھے تھا۔

ٹی وی کی آواز بہت اونچی تھی' حالانکہ کوئی بھی بطور خاص اسے دیکھ نہیں رہا تھا' چھوٹی مامی نے چیخ کر آواز کم کرنے کو کہا تو ٹینا منہ بناتے ہوئے اٹھی۔

"کیا ہے امی؟ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے آواز کم کر کے۔"

"تمہاری سمجھ میں تو ویسے بھی کچھ نہیں آتا ہے' ٹی وی بے چارے نے کیا بگاڑ لینا ہے۔" حیدر نے مسکراتے ہوئے مذاقاً" کہا' مگر چھوٹے ماموں کے ہاں

ہنسی مذاق کا کوئی تصور نہیں تھا۔ سارے کے سارے ہی زود رنجی میں اپنی مثال آپ تھے' ٹینا بگڑ کر بولی۔

"میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے' امی اور مائرہ باجی کو ہی آپ کو لفٹ دینے کا شوق ہے' اس لیے آپ ان ہی لوگوں تک محدود رہا کریں۔"

بالشت بھر کی لڑکی کے منہ سے یہ تحقیر بھرا انداز' حیدر کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہوا' وہ فوراً" ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

چھوٹی مامی نے اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا "اے ٹینا! بہت زبان چلانی آ گئی ہے' بڑوں سے اس طرح بات کرتے ہیں؟"

اپنی دانست میں ٹینا کو ڈانٹنے کا فرض ادا کر کے وہ حیدر کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولیں۔

"ارے جانے دو بیٹا! تم بھی کس کی بات کا برا مان رہے ہو' اسے تو بے سوچے سمجھے بولنے کی عادت ہے۔"

وہ کڑھتا ہوا واپس بیٹھ گیا۔

چھوٹی مامی نے اس کا موڈ بحال کرنے کی غرض سے دو چار ادھر ادھر کی باتیں کیں اور پھر معمول کی ڈائری شروع ہوئی۔

"اور نیچے کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں' بس ایسے ہی!"

"پھر بھی' کوئی آیا؟ کہیں گئے؟" یہ ان کی تفتیش کا خاص انداز تھا۔

"ہاں' وہ نازی غالباً" مارکیٹ سے ہو کر آئی ہے ابھی!" حیدر کو یاد آیا۔

"اچھا!" چھوٹی مامی نے ایک گہری سانس لی' اپنے مطلب کی بات اگلوا کر وہ اسی طرح ریلیکس ہو جایا کرتی تھیں۔

"کیا خرید کر لائی ہے نازی؟ ہمیں تو یاد نہیں' کتنا عرصہ ہو گیا بازار گئے ہوئے۔"

مائرہ کے کان اسی طرف لگے ہوئے تھے' ہاتھ میں تھامی ہوئی کتاب بند کر کے وہ بھی نزدیک کھسک آئی۔

"یہ تو معلوم نہیں' ویسے کئی شاپرز تھے۔" حیدر نے جو دیکھا تھا' وہی بیان کر دیا۔

"جب دیکھو' اسی طرح شاپنگ ہوتی رہتی ہے ان لوگوں کی' ہے نا امی!" مائرہ نے ماتھے پر شکن ڈال کر والدہ محترمہ سے تائید چاہی۔

"ہاں بھئی' ہمیشہ ہی دل کھول کر اڑایا ہے انہوں نے تو!"

"اور کبھی یہ نہیں ہوتا کہ کوئی سوٹ' کوئی دوپٹہ یا کوئی اور چیز ہم لوگوں کے لیے بھی لے آئیں۔" مائرہ کو اصل رنج یہی تھا۔

ماں بیٹی میں تھوڑی دیر رشتے داروں کی بے مروتی پر تبصرہ جاری رہا' حیدر مجبوراً" سنتا رہا' ایسے عورتوں کی ان پھٹیچر باتوں سے بہت الجھن ہوتی تھی۔ مگر اس کا دل ہمیشہ نیچے کی بہ نسبت اوپر ہی لگا کرتا تھا۔

نازی کی شاپنگ سے متعلق ان کی تجسس کا اظہار ان لوگوں کی باتوں سے ہو رہا تھا' حیدر سے نہ رہا گیا تو بول اٹھا۔

"آپ چھوٹی مامی! نیچے جا کر دیکھ آئیں نا' وہیں لاؤنج میں تو سب لوگ بیٹھے ہیں۔"

"لو بھلا' ہم کوئی ندیدے ہیں جو وہاں پہنچ جائیں۔" وہ برا مان گئیں۔

حیدر مائرہ سے باتیں کرنے کا موڈ لے کر آیا تھا وہ مقصد ابھی تک پورا نہیں ہوا تھا' اس کی مائرہ سے بہت بنتی تھی' مائرہ باتیں اچھی کرتی تھی' خاص طور پر تعلیم کے حوالے سے اس کا رجحان حیدر کو بہت بھاتا تھا' وہ ان کے گھرانے کی واحد لڑکی تھی جو ایم اے تک پہنچ گئی تھی' حیدر نے تو بہت چاہا تھا کہ وہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لے مگر مائرہ نے مان کر ہی نہیں دیا۔

"یونیورسٹی کے اخراجات بہت زیادہ ہیں' میرے لیے پرائیویٹ ایگزام ہی بہتر ہے۔"

حیدر کے سامنے اس نے ہی اپنے گریز کی یہ وجہ بیان کی تھی جس کے بعد اسے خاموش ہو جانا پڑا تھا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے' مائرہ باجی! روٹی پکا دو نا؟" گڈو نے ایک دم ہی ضد شروع کر دی۔

"آ رہی ہے روٹی' ذرا دیر صبر نہیں ہوتا تم سے!"

مائرہ کے جھڑکنے پر بھی وہ نہیں مانا۔
"میں نیچے سے جا کر لے آتا ہوں' نازی باجی نے تو پکا بھی لی ہوگی۔" وہ دوڑتا ہوا زینہ اتر گیا۔
"ہمیں تو اولاد بھی ذلیل کرانے میں آگے آگے ہے' یہاں کوئی فاقے پڑ رہے ہیں جو یہ آئے دن روٹی سالن مانگنے نیچے چل دیتا ہے۔"
مامی کو جھنجھلاہٹ اتارنے کے لیے نیا موضوع مل گیا' ان کے گھر روٹی بازار سے ہی آیا کرتی تھی۔
"میں بلڈ پریشر کی مریضہ' مائرہ پڑھنے لکھنے والی اور سچی بات تو یہ کہ مجھے چولہے کے آگے کھڑے رکھ کر اپنی بیٹی کا رنگ نہیں جھلسوانا!" مامی یہ جملہ بہت دہراتی تھیں انہیں مائرہ کی گوری رنگت پر بہت ناز تھا۔
حیدر کی بوریت بڑھنے لگی' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"ابھی سے کیوں جا رہے ہو' تمہارے ماموں پوچھ رہے تھے تمہیں' ان سے مل لینا کسی وقت۔" مامی نے اسے روکنا چاہا۔
مگر وہ ٹال گیا' چھوٹے ماموں دیر سے گھر آیا کرتے تھے اور ان سے عموماً" اتوار کو ہی سامنا ہوا کرتا تھا' اور کل اتوار ہی تھا' بڑے ماموں کے برعکس وہ بہت خشک طبیعت کے مالک تھے' حیدر ہی کیا سب ہی ان سے گھبراتے تھے۔
"میں بھی نیچے ہو آؤں امی!" مائرہ کا دل نازی کی شاپنگ میں اٹکا ہوا تھا۔
"کوئی ضرورت نہیں!" انہوں نے بیٹی کو گھورا۔
حیدر نیچے چلا گیا تو وہ اسے سمجھانے لگیں کہ اس وقت جانا مناسب نہیں ہے' صبح جا کر چاہے تو دیکھ آئے۔
"نازی اس قدر تیز ہے کہ صاف چھپا جاتی ہے اپنی چیزیں۔ ہم کون سا چھین کر لے جا رہے ہیں کچھ۔" ماہرہ نے بھڑاس نکالی۔
"خیر لے تو آتی ہیں آپ اکثر ہی کچھ نہ کچھ' وہ پنک اور وائٹ سوٹ' یاد ہے' دیکھنے کے لیے اوپر لائی تھیں' پھر واپس ہی نہیں کیا' بے چاری نازی باجی چار بار مانگ کر خاموش ہی ہو گئیں۔" ٹینا ابھی تک وہیں موجود تھی۔
"تم چپ رہو' آئیں بڑی نازی باجی کی ہمدرد' میرے معاملے میں مت بولا کرو۔" مائرہ نے جوابی کارروائی کی۔
چھوٹی مامی ان دونوں کی نوک جھونک کو یکسر نظر انداز کر کے ٹیرس کی طرف چلی گئیں' اپنی بیٹیوں کی زبان درازی پر وہ کبھی بھی ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی تھیں' ہاں نیچے کی منزل میں گیٹ سے بائک نکالتا ہوا حیدر اگر اس وقت مائرہ کے تیور دیکھتا تو اپنی اس "کم گو اور شائستہ اطوار۔" والی کزن کے تیور دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔

♥ ♡ ♡ ♥

صبح خوشگوار تھی۔
اور خوشگواریت کا سبب چھٹی کے علاوہ شاہینہ باجی اور کامل بھائی کی دونوں بچوں کے ساتھ آمد تھی۔
حیدر دیر سے سو کر اٹھتا تھا' شاہینہ کو دیکھ کر حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔
"مجھے جلدی کیوں نہیں اٹھایا' کب سے آئے ہوئے ہو تم لوگ؟" شاہینہ کے بچوں کو پیار کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔
"خوامخواہ ہی اٹھا دیتی' ایک ہی دن تو ملتا ہے آرام سے سونے کے لیے ورنہ روز تو....."
"روز تو یہ پتھر توڑتے ہیں نا۔" نازی نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ شاہینہ کی بات کاٹی "محض آفس جانا اور آنا ہے شاہینہ باجی! اس کے بعد تو بس سوشل ورک' شروع ہو جاتا ہے۔"
"کیسا سوشل ورک؟" شاہینہ سمجھی نہیں۔
"فضول باتیں مت کرو' جاؤ میرے لیے ناشتہ لاؤ۔"
حیدر نے ذرا سختی سے کہا' اس کا اشارا کس طرف تھا' یہ وہ جانتا تھا' اپنی بات کہہ کر وہ خاموش ہی ہوئی تھی کہ گڈو تقریباً" دوڑتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا۔
"حیدر بھائی! امی کہہ رہی ہیں کہ ذرا بازار سے یہ چیزیں لا دیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پرچا حیدر کو

تھمایا "اور مائرہ باجی کہہ رہی ہیں کہ جب آپ باہر جائیں۔ تو ان سے مل کر جائیں انہیں بھی کچھ کام ہے۔"

"دیکھا شاہینہ باجی! شروع ہو گیا سوشل ورک!" نازی اس کے غصے کی قطعی پروا نہیں کرتی تھی، کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

شاہینہ ہنسنے لگی، حیدر شروع سے ہی چھوٹے ماموں کی فیملی کے قریب تھا اور اس حوالے سے ان لوگوں کے درمیان اکثر بحث ہو جایا کرتی تھی۔

"ہر معاملے میں اس کا بولنا ضروری ہے، غیر ضروری اہمیت دے دے کر سارے گھر نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔"

حیدر کا چہرہ سرخ ہونے لگا، شاہینہ نے اس کی طرف دیکھا تو سنجیدہ ہونا پڑا۔

"ایسی بات نہیں ہے حیدر! نازی بہت پیار کرنے والی اور حساس لڑکی ہے، تم ذرا ذرا سی بات پر برا نہ مانا کرو۔"

خود ہی کو مورد الزام ٹھہرائے جانے پر اسے جھنجھلاہٹ تو بہت ہوئی مگر شاہینہ کی وجہ سے ضبط کر گیا۔

"کامل بھائی ماموں کے پاس بیٹھے ہیں کیا؟"

"نہیں، وہ اپنے کام سے گئے ہیں، آجائیں گے ایک ڈیڑھ گھنٹے تک۔"

"میں مائرہ سے پوچھ کر آتا ہوں، کیا کام ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ گڈو کا دیا ہوا پرچہ اس کی مٹھی میں تھا۔

"بیٹھو، مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے جتنے معتبرانہ انداز میں یہ چھوٹا سا جملہ کہا، وہ حیدر کو سخت مشکوک کر گیا۔

"کوئی خاص بات ہے کیا؟" وہ فوراً ہی واپس بیٹھ چکا تھا۔

"ہوں!" شاہینہ نے اثبات میں سر ہلا دیا "تمہاری شادی کا پروگرام بنایا جا رہا ہے دراصل۔"

"واقعی!" وہ اپنی مسکراہٹ نہ چھپا سکا۔ اس موضوع پر بات کرنے کے لیے وہ ساری مصروفیات چھوڑ کر بیٹھ سکتا تھا۔ مگر ساری ایکسائٹمنٹ بس چند لمحوں کی بات ٹھہری، نہ صرف شاہینہ اور امی بلکہ میلوں دور لاہور میں بیٹھی ثمینہ باجی کا ووٹ بھی نازی کے حق میں تھا۔

"نازی سے اچھی لڑکی ملنا مشکل ہے حیدر! اور بڑے ماموں نے جس آڑے وقت میں ہمیں سہارا دیا ....."

اس سے آگے سننا حیدر کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ بری طرح بھڑک گیا۔

بڑے ماموں کی وہ بے حد عزت کرتا تھا، اس کے دل میں ان کا ایک خاص مقام تھا، لیکن احسان وحسان کی مالا جپ کر خود کو اس نے کبھی کسی قسم کے کمپلکس میں مبتلا نہیں ہونے دیا تھا، ابا مرحوم چھوٹی موٹی جائیداد چھوڑ کر گئے تھے۔ جس کا کرایہ باقاعدگی سے آیا کرتا تھا اور حیدر کے لیے بے حد وجۂ عزت تھا، اسی کی بنیاد پر وہ خوب بولا۔

"اور سب سے اہم بات یہ کہ مجھے نازی ہرگز ہرگز پسند نہیں، بات ختم!"

ایک لمبی چوڑی تقریر کر کے وہ فارغ ہوا۔

"اچھا ہوا جو اس بہانے تمہارے ان خیالات سے آگاہی ہوئی۔ جو تم اپنے محسنوں کے بارے میں رکھتے ہو، ہم خوامخواہ ہی تمہارے احساس ذمہ داری کے بارے میں خوش فہمی کا شکار تھے۔" شاہینہ نے خشمگیں انداز میں اسے دیکھا۔

"بات کو دوسری طرف مت لے جائیں شاہینہ باجی! میں صرف نازی کے رشتے سے....."

"مت نام لو اس کا!" وہ ایک دم ہی غصہ میں آگئی "اور اتنا زور سے بولنے کی بھی ضرورت نہیں، سب لوگ گھر میں ہیں، شکر ہے کہ اس بات کا ذکر ابھی ہم نے بڑے ماموں سے نہیں کیا، تمہاری نہیں مرضی، نہ سہی، مگر اس قدر گری ہوئی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کا لہجہ اس قدر تلخ اور قطعیت لیے ہوئے تھا، کہ حیدر کو وہاں سے اٹھ جانے میں ہی عافیت محسوس

ہوئی۔
گڈو کا دیا ہوا پرچہ مٹھی میں دبا کر وہ اوپر چلا گیا۔
نازی ناشتہ لے کر آئی' جب تک وہ واپس نہیں آیا تھا' وہ ٹرے ٹیبل پر رکھ کر دوبارہ شاہینہ کے پاس آ بیٹھی۔
شاہینہ کا دل بھائی کی باتوں کے بعد بہت برا ہو رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تنہائی میں اس کے بارے میں سوچنا چاہ رہی تھی۔ مگر ایک ایک کر کے وہاں سبھی آموجود ہوئے' امی' بڑی مامی' نانی وغیرہ حیدر کو اوپر کافی ٹائم لگا واپس آیا تو ٹرے جوں کی توں رکھی تھی' ناشتہ بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا' اس نے بدمزہ ہو کر ادھر ادھر دیکھا' نازی یا شازیہ میں سے کوئی بھی نظر نہیں آئی اور شاہینہ ظاہر ہے کہ قطعی لفٹ کرانے کے موڈ میں نہیں تھی۔ نازی دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔
"ایک چھٹی کے دن کا ناشتہ بھی تم لوگوں سے ڈھنگ سے نہیں کرایا جاتا۔" حیدر نے دانستہ ٹرے اس کے نزدیک پٹخی۔
حیدر پر جھنجلاہٹ طاری تھی' ایک وجہ تو شاہینہ باجی کی بات تھی اور دوسری جیب میں موجود پیسوں کی قلیل مقدار! نازی اس دوسری الجھن کو سلجھا سکتی تھی' اس کی حیثیت گھر میں خزانچی کی تھی۔
"سنو! مجھے کچھ پیسے دے دو ادھار!" مصلحت سوجھی تو لہجہ خود بخود نرم ہو گیا۔
"کیوں؟ ابھی سے پیسے ختم ہو گئے' آج تو سترہ تاریخ ہی ہے؟" نازی نے اسی طرح کام میں سر جھکائے جھکائے الٹا سوال کر ڈالا۔
پھر وہی کج بحثی! آخر وہ ہوتی کون ہے حساب کتاب پوچھنے والی! حیدر نے کوفت سے سوچا' اگر اس وقت سخت ضرورت نہ پڑتی تو وہ بھلا کیوں اس بدتمیز لڑکی کے منہ لگتا۔
"اپنے خرچ اور آمدنی میں بیلنس کرنا سیکھو ورنہ کبھی بھی گزارا کرنا نہیں سیکھ سکو گے۔" ادھر سے مزید نصیحت آئی' تو وہ بھی برداشت کھونے لگا۔
"زیادہ بڑھ بڑھ کر مت بولا کرو' کون اس گھر میں سب سے زیادہ فضول خرچ ہے' سب جانتے ہیں' ہر روز بازار کے چکر' ہر روز شاپنگ۔ یہ پیسے کہاں سے خرچ ہو رہے ہیں۔"
"گھر اور گھر کے لوگوں کی دس ضروریات ہوتی ہیں' جنہیں پورا کرنا ضروری ہوتا ہے' اس لیے جاتی ہوں' خوامخواہ پیسہ برباد کرنے نہیں جاتی۔"
"اچھا!" وہ طنزیہ ہنسا' نازی کی تاویل اسے بالکل یونہی سی محسوس ہوئی۔ "اور یہ ڈیکوریشن کے نام پر نت نئے کشنز' وال ہینگرز' سرامکس' یہ بھی سب ضروریات زندگی میں شمار ہوتی ہیں' جیسے ہوا پانی۔"
"یہ ہمارا سلیقہ ہے' سمجھے تم۔" نازی سلاد کی پلیٹ فرج میں رکھ کر مڑی "ہم مڈل کلاس لوگوں کی کامیابی اپنی اجلے پوشی کو قائم رکھنے میں ہی ہے اور جن چیزوں کا تم حوالہ دے رہے ہو نا' ان میں پیسے سے زیادہ ہمارا وقت اور محنت خرچ ہوتی ہے۔" بے حد ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنی بات کہہ کر وہ چولہے کی طرف متوجہ ہو گئی۔
"جیب خالی ہو تو سارا سلیقہ دھرا رہ جاتا ہے۔" جھنجلاہٹ میں وہ چھوٹی مامی کا جملہ کوٹ کر گیا اور پکڑا گیا۔
"یہ چھوٹی مامی کے اقوال زریں مجھے سنانے کی ضرورت نہیں ہے' وہ اور ان کی بیٹیاں حد درجہ کی مغرور' بے حس اور کام چور ہیں' خود غرضی ان سب میں....."
"بس کرو' شرم تو نہیں آتی تمہیں۔" حیدر نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔ "وہ لوگ جس تنگی میں گزارا کر رہے ہیں اس پر ہمدردی کرنے کے بجائے' الٹا انہیں ذلیل کرنے پر ہر وقت تلی رہتی ہو' خود جس ٹھاٹ سے رہتی ہو پیسے اڑاتی ہو' مائرہ بے چاری تو سوچ بھی نہیں سکتی پھر بھی ان حالات میں وہ تعلیم جاری رکھے ہوئے ہے' تمہاری طرح جاہل اور بدتمیز....."
حیدر بری طرح برس پڑا' چھوٹی مامی اور مائرہ کے فیور

میں جتنا کچھ کہہ سکتا تھا کہہ گیا۔
نازی کی آنکھوں میں دکھ اور حیرت کی ملی جلی کیفیت سمیٹ آئی۔
"مجھے نہیں معلوم تھا حیدر! کہ چھوٹی مامی اور مائرہ تمہاری اس حد تک برین واشنگ کر چکی ہیں۔"
اپنے چہرے پر نازی کی نگاہیں برداشت کرنا اس وقت حیدر کے لیے خاصا دشوار ثابت ہو رہا تھا' سو گردن جھٹک کر باہر نکل گیا' یوں بھی اس وقت تعلقات میں خرابی اس نہج پر پہنچ گئی تھی کہ کس قسم کی مدد کی توقع رکھنا بے کار ہی تھا۔
اپنے کسی دوست سے وقتی مدد لینے کا خیال لیے وہ نازی سے آئندہ کم سے کم بات کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

شام پوری خوب صورتی کے ساتھ ان کے وسیع آنگن میں اتری ہوئی تھی اور چمپا کے درختوں کے قریب بچھائی گئی ٹیبل کے گرد بیٹھے وہ سب بہت اطمینان سے ایک پر لطف چائے اور شازیہ کے بنائے ہوئے سموسوں کا مزا لے رہے تھے' جس وقت ٹینا نے ٹیرس پر سے جھانک کر اس اہتمام کے ساتھ ہونے والی کانفرنس کا سبب جاننا چاہا۔
"بڑے زبردست سموسے بنائے ہیں میں نے' کھانے ہیں تو آجاؤ۔" شازیہ نے چلا کر اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا۔
"ابھی آتی ہوں!" ٹینا مطلب کی بات میں ذرا نخرا نہیں کرتی تھی' فوراً" ہی ٹیرس سے واپس اندر مڑ گئی۔
"اف!" شازیہ نے مسکراتے ہوئے ماتھے پر ہاتھ مارا "اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے کم از کم دو درجن سموسے اور تیار کرنے ہیں' ٹینا گڈو' عارف۔"
"چچی سے بھی جا کر کہہ دو کہ نیچے آجائیں اور مائرہ سے بھی۔" بڑی مامی نے ملائمت سے شازیہ سے کہا مگر نانی نے نہ جانے کیسے سن لیا' فوراً" ہی بولیں۔
"رہنے دو بیٹا! وہ بلانے سے کہاں آتی ہیں' اپنی مرضی ہو تب ہی نیچے اترتی ہیں۔"
"پھر بھی اماں! کہنے میں کیا حرج ہے!" بڑی مامی کی طبیعت کا دھیما پن اس جوائنٹ فیملی کے لیے یقیناً" ایک نعمت تھا' بہت سے مسائل ان کی اس عادت کی وجہ سے سر نہ اٹھا پائے تھے۔
شازیہ اوپر بلانے چلی گئی۔
"ہمیں انہوں نے کب اپنا سمجھا ہے بڑی مامی! آپ تو بس یونہی" شاہینہ بھی گلہ کرنے لگی۔ "دوپہر کو جب میں اوپر ملنے گئی تو ہمیشہ کی طرح بیٹیوں نے تو قطعی لفٹ نہیں کرائی' ٹینا کا تو ذکر ہی چھوڑیں' وہ مائرہ کتاب ہاتھ میں لیے نہ جانے کون سا معمہ حل کرتی رہتی ہیں' آدھ گھنٹے میں چھوٹی مامی بار بار یہی جتاتی رہیں کہ اچھا ہے جو گھر کے خرچے سے بچنے کے لیے یہاں رہنے آجاتی ہو۔" بات ختم کرتے کرتے شاہینہ کی آواز بھرانے لگی۔
"کمال ہے! اور آپ نے یہ سب سن کیسے لیا' طبیعت صاف کر دینا تھی ان کی۔" نازی جو بڑی خاموشی سے شاہینہ کے چھوٹے بیٹے کو چائے کے ساتھ بسکٹ بھگو کر کھلانے میں لگی تھی' مزید خاموش نہیں رہ سکی۔
"کم مائیگی انسان کو بہت کچھ سننے پر مجبور کر دیتی ہے نازی اور چھوٹی مامی نے اتنا غلط بھی نہیں کہا؟"
"کیسے غلط نہیں کہا! آپ اسی گھر کی بیٹی ہیں' جتنا سب کا حق ہے' اتنا ہی آپ کا ہے' وہ ہوتی کون ہیں ایسی گری ہوئی بات کرنے والی' آئندہ کوئی ضرورت نہیں ہے اکیلے اوپر جانے کی' میں آپ کے ساتھ جایا کروں گی حد ہے بے حسی کی بھی۔"
وہ مستقل بولے گئی اور خلاف توقع کسی نے بھی اسے نہیں ٹوکا' بڑی مامی نے بھی نہیں' جو اس کی گرفت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھیں' سب کی توجہ شاہینہ کی طرف تھی۔ جو اپنی نم آنکھوں کو خشک کر رہی تھی۔ سب کے لیے اس وقت اس کی دل جوئی زیادہ ضروری تھی۔ شاہینہ کے شوہر پچھلے دو ڈھائی سال سے بے روزگار تھے اور جز وقتی کام کر کے اپنا گزارا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے'

ان کے ساتھ والدہ اور بھائی کی ذمہ داری بھی تھی۔ جو یونیورسٹی میں ایم ایس سی کا اب آخری سمسٹر میں تھا۔

تھوڑے فاصلے پر بیٹھے حیدر نے ساری باتیں حرف بہ حرف سنیں۔ شاہینہ کا اس طرح جذباتی ہونا اسے اچھا نہیں لگا اس کے خیال میں وہ اپنے بگڑے ہوئے حالات کی بناء پر کچھ زیادہ ہی حساس ہو کر ردعمل کا اظہار کرنے کی عادی ہوتی جا رہی تھی اگر نازی یہاں موجود نہ ہوتی تو وہ ضرور شاہینہ باجی کو سمجھانے کی جسارت کر لیتا۔

ٹینا، عارف اور گڈو نیچے آ چکے تھے، اور ان کے پیچھے پیچھے شازیہ بھی، وہ چھوٹی مامی اور پائرہ کو بلانے کے لیے گئی تھی اور حسب توقع ناکام لوٹی تھی۔

سب لوگوں کے تبصرے پھر سے شروع ہو چکے تھے۔

"صحیح کرتی ہیں وہ لوگ کہ ان سب سے فاصلہ رکھتی ہیں، ان کے دلوں میں بھی کون سی گنجائش ہے!"

حیدر نے چپکے سے سوچا۔

نازی پھر سے شاہینہ باجی کے بچوں کی خاطر مدارات میں مصروف ہو چکی تھی۔ حیدر نے پہلے تو کبھی ان باتوں پر اتنا دھیان نہیں دیا تھا، مگر اب اسے یکا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ وہ امی اور شاہینہ باجی کی نگاہوں میں اپنے نمبر بڑھانے کے لیے ایسا کر رہی ہے۔

اچانک ہی گیٹ زور سے بجا۔

فوری طور پر سب ہی اس طرف دیکھنے لگے، گڈو دوڑ کر گیٹ کھولنے چلا گیا، جہاں ایک نیا ہنگامہ منتظر تھا۔

آنے والے بہت دھوم دھام کے ساتھ قدم رنجہ فرمانے کے عادی معلوم ہو رہے تھے۔ کل دو افراد کے ساتھ آنے والا سامان اتنا تھا کہ گیٹ کے سامنے والی جگہ چھوٹے موٹے پلیٹ فارم کا منظر پیش کرنے لگی، مختلف سائز کے سوٹ کیس، کولر، باسکٹس، ہولڈال اور دو بڑے بڑے منہ بند برتن، جن کو دیکھتے ہی حیدر کی سمجھ میں آ گیا کہ ان میں اصلی گھی ہے اور آنے والی چھوٹی مامی کی بڑی بہن ہیں مہمان اتنے خاص تھے کہ سارا گھر ہی اٹھ کر گیٹ تک آ گیا تھا۔ مامی کی یہ بہن دو تین سالوں میں یونہی کروفر کے ساتھ تشریف لایا کرتی تھیں اور بعد کے دو تین سال چھوٹی مامی ان کی امارت کے گن گاتے ہوئے گزار دیتی تھیں، اس بار ان کے ساتھ ان کے میاں کے بجائے کوئی اور تھا۔ چہرے پر کرختگی کے آثار لیے اس سخت گرمی میں اس نے ڈرین کا اتنا لمبا سفر راسلک کا سوٹ پہن کر نہ جانے کیسے کیا تھا۔

حیدر کو پہلی نظر میں ہی وہ بالکل فضول محسوس ہوا۔

"اپنا شاہ نواز ہے۔" مامی کی بہن نے قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے سب کی حیرت دور کی، گویا وہ کوئی بہت مشہور ہستی رہا ہو "میرے رشتے کے جیٹھ ہیں نا بھائی میر نواز، ان ہی کا بیٹا ہے۔" چھوٹی مامی کی بہن نہ جانے کیوں یہ فرض کیے رکھتی تھیں کہ ان کی سسرال کے لوگوں سے سب کو اچھی طرح واقفیت ہے۔

"بہت شوق تھا اس کو یہاں آنے کا، میں نے کہا چل بھئی، اس بار تو ہی چل۔"

"شوق ووق کیسا جی، چاچی کے ساتھ آنے والا کوئی نہیں تھا، اسی لیے میں لے کر آ گیا۔" اس ساتھ آنے والے نے فوراً ہی ان کی کرم فرمائی کو رد کیا۔

حیدر زیر لب مسکرا دیا۔

"کچھ بھی ہے، کم از کم بندہ بے وقوف نہیں ہے۔"

بڑے ماموں گھر پر نہیں تھے، اس لیے شاہ نواز کو اٹینڈ کرنا فی الوقت حیدر کی مجبوری ٹھہرا۔

"ماں کہاں ہے تمہاری؟ اس کو تو نیچے بلاؤ، میں ذرا تھوڑی دیر اماں کے پاس بیٹھ لوں، پھر سیڑھیاں چڑھوں گی۔" چھوٹی مامی کی بہن عادت اخلاق میں ان کے پائے کی نہیں تھیں۔ ٹینا کو ہدایت کرتے ہوئے وہ نانی کے پاس بیٹھ گئیں۔

حیدر نے شاہ نواز کے ساتھ وہی رسمی سی باتیں کرنی

شروع کردی تھیں۔
"کیا مصروفیات ہیں۔"
"زمین داری کس نوعیت کی ہے وغیرہ وغیرہ!"
شاہ نواز کے پاس ہر بات کا تفصیلی جواب تھا' اور یہ تفصیلی جواب اس قدر بھرپور تھا کہ ذرا دیر کو تو حیدر کو اپنا آپ بالکل ہی حقیر محسوس ہونے لگا۔
"تو دولتیوں کی طرح حساب کتاب تو کبھی رکھا ہی نہیں کتنے ہی خاندان حویلی سے دو وقت کی روٹی کھاتے ہیں اناج' دودھ مکھن ہمارے گھر سے اس طرح تقسیم ہوتا ہے جیسے آپ لوگ فقیر کو روپیہ دو روپیہ پکڑاتے ہیں۔" زمین جائیداد کی تفصیل بہم پہنچا کر اس کے مزید اضافے بھی جاری تھے۔
حیدر سن سن کر سر ہلاتا رہا۔ نازی اور شازیہ وہاں سے جا چکی تھیں چھوٹی مامی نیچے آ چکی تھیں اور اپنی بہن سے ملنے کے بعد ان کی ساری توجہ اس اجنبی شہزادے کی طرف تھی جو اپنے محلات چھوڑ کر غریبوں کی بستی میں چلا آیا تھا۔
"پھر تو بیٹا! تمہارے یہاں چلے آنے سے وہاں بڑی پریشانی ہو رہی ہو گی' اتنا بڑا کام کاج کون دیکھ رہا ہو گا؟" چھوٹی مامی کی بات میں تشویش زیادہ تھی یا خوشامد' اس کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔
موصوف نے بے زاری سے سر نفی میں ہلایا۔
"ملازم ہیں' یہ چھوٹے چھوٹے کام دیکھنا ان ہی کی ذمہ داری ہے' ہمیں کہاں فرصت جو یہ....."
بات ادھوری چھوڑ کر اس کی نگاہ نے جیسے کوئی مرکز ڈھونڈ لیا۔
حیدر نے بالارادہ ہی اس کی نگاہ کا تعاقب کیا۔ مائرہ اسی طرف آ رہی تھی۔
پیلے اور سفید کامبی نیشن کے سوٹ میں وہ اس وقت کافی تیار تیار سی تھی اور یقیناً "اس قابل لگ رہی تھی کہ ایک بار دیکھ کر دوبارہ اور پھر بار بار دیکھنے کو دل چاہ سکتا تھا۔ شاہ نواز کی نگاہ بھی اگر جا کر پلٹنا بھول گئی تھی تو تعجب کی کون سی بات تھی! مگر
حیدر کو ایک دم ہی بہت برا سا محسوس ہوا۔

مائرہ قریب آ چکی تھی' اپنی خالہ سے مل کر فارغ ہوئی تو اسے شاہ نواز سے متعارف کرایا جانے لگا۔
"یہ ہے مائرہ!" مامی کی بہن نے معنی خیز انداز میں شاہ نواز کو جتایا۔ "میری بڑی بھانجی' جس کا ذکر میرے گھر میں اکثر ہوتا ہے۔"
اب معلوم نہیں وہ ذکر کس پیرائے میں ہوتا ہو گا' فی الوقت تو آپ جناب شاہ نواز' سارے حاضرین محفل کو بھلا کر مائرہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔
جو دیباچہ پہلے سنا جا چکا تھا' اب مجبوراً" دوبارہ سننا پڑ رہا تھا۔
اگر بات صرف اس کی شیخیاں برداشت کرنے تک محدود ہوتی تو کچھ بھی مشکل نہیں تھی' مگر بس پر شوق انداز میں وہ مائرہ پر نگاہیں جمائے بیٹھا تھا' وہ حیدر کے نزدیک سخت قابل اعتراض تھا' بڑے ماموں اور چھوٹے ماموں میں سے اگر کوئی ایک بھی یہاں ہوتا تو یقیناً" مائرہ کو یہاں سے اٹھ جانا پڑتا۔
چھوٹی مامی مائرہ کی تعریف کر رہی تھیں کہ وہ کتنی قابل ہے' ایم اے کی تیاری کر رہی ہے اور یہ کہ وہ ہر وقت پڑھتی رہتی ہے۔
"لڑکیوں کو پڑھ لکھ کر کیا کرنا ہے' وقت کی بربادی بھی ہے اور پیسے کی بھی' دماغ الگ خراب ہو جاتا ہے لڑکیوں کا۔" شاہ نواز کے اس بے لاگ تبصرے پر چند لمحوں کے لیے تو بالکل خاموشی چھا گئی چھوٹی مامی خفیف سی نظر آنے لگیں' ان کا سب سے قیمتی کارڈ بہت آسانی کے ساتھ پٹ گیا تھا۔
"اپنی اپنی سوچ ہے شاہ نواز صاحب!" حیدر نے اپنا غصہ بڑی مشکل سے ضبط کیا تھا "دور دراز کے کسی گاؤں میں بیٹھ کر آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کیونکہ آپ کا جو محدود سرکل ہے' وہاں لڑکیوں کے لیے علم کی روشنی تو درکنار' ان کے دوسرے بنیادی حقوق....."
"چھوڑو بھی' کیا بے کار کی بحث شروع کر دی تم نے بھی۔" چھوٹی مامی نے حیدر کی بات کاٹی' ان کے چہرے پر ناگواری تھی۔

حیدر حیرت سے انہیں دیکھنے لگا' اس کے خیال میں اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی' جو انہیں بری لگتی' بری لگنے والی بات تو شاہ نواز نے کی تھی۔

محض تھوڑی سی دیر کی ملاقات کے بعد وہ گھر کی لڑکیوں کے بارے میں تبصرے کرنے کا حقدار کیسے ہو گیا تھا!

بڑی مامی کو بھی شاید کچھ محسوس ہوا تھا' اسی لیے انہوں نے مائرہ کو چائے کے برتن کچن میں پہنچانے کی ہدایت کی مائرہ کو اٹھنا پڑ گیا۔

"چلیں' اوپر چلیں' اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہیں' نہا دھو کر آرام کریں۔" چھوٹی مامی اپنے مہمانوں کو جلد ہی وہاں سے اٹھا کر لے گئیں' مہمانوں کا سامان اوپر پہنچانے کی ذمہ داری خود بخود ان کے بچوں نے سنبھال لی۔

وہ سب چلے گئے تو ایک دم ہی سکون سا چھا گیا۔

مائرہ ابھی شاید اندر ہی تھی' حیدر کو اس بات کا خیال آیا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"مائرہ! ذرا رکو۔"

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا ہی رہی تھی کہ اس نے جا لیا۔

"اب یہ فضول آدمی نہ جانے کتنے دن کے لیے آیا ہے' تم اسے زیادہ لفٹ مت کرانا بلکہ اچھا تو یہ ہے کہ زیادہ وقت نیچے ہی رہنا جب تک یہ یہاں ہے۔"

حیدر نے بغیر کسی مزید تمہید کے ہدایت نامہ جاری کیا۔

"نیچے تو میں رک نہیں سکتی کیونکہ نازی سے میری بنتی نہیں ہے' اب بھی دیکھ لو' کل کی شاپنگ کی ہوا بھی نہیں لگائی ہے' حالانکہ میں نے ابھی پوچھا بھی تھا' مگر صاف ٹال گئی۔"

"اف خدایا!" حیدر نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

اس قدر اوٹ پٹانگ جواب کی اسے توقع نہیں تھی' وہ شاہ نواز کی آنکھوں سے چھلکتی آوارگی سے خائف ہو رہا تھا اور یہاں پرانے جھگڑے ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"خالہ اپنا سامان کھول رہی ہوں گی' جا کر دیکھتی ہوں۔ ہم لوگوں کے لیے کیا کیا لے کر آئی ہیں' ورنہ ٹینا تو ساری اچھی چیزیں ہتھیا لے گی۔" اس نے قدم بڑھائے۔

"اچھا' جو میں نے کہا ہے' اس کا دھیان رکھنا' سمجھیں!" حیدر کی یاد دہانی پر اس نے پیچھے مڑ کر ضرور دیکھا' مگر کچھ بولی نہیں' اثبات میں سر ہلا کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

حیدر چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ شاہ نواز کی اوپری منزل میں موجودگی اسے بے چین کر رہی تھی' مگر فی الحال کوئی بھی حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

قریبی کمرے سے نکل کر جاتی ہوئی نازی نے اسے یوں مراقبہ کی حالت میں کھڑا پا کر اس پر ایک نگاہ ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔

حیدر نے بے زاری سے دھیرے سے سر کو جھٹکا' نازی کی صورت شکل' اس کی کم تعلیم' اس کی تیز مزاجی' سب کچھ سامنے تھا' پھر بھی امی اور بہنوں کے تمام ووٹ اس کے حق میں تھے۔ حیدر کے لیے اس کا سبب سمجھنا مشکل ہو رہا تھا۔ اسی گھر میں اس سے کہیں بہتر لڑکی موجود تھی مگر وہ انہیں نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔

اوپر آنے والے مہمان یقیناً" خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔ اس کا اندازہ عارف اور گڈو کی مستقل بھاگ دوڑ سے بخوبی ہو رہا تھا' حیدر منتظر ہی رہا کہ اسے بھی خدمت کے لیے یاد کیا جائے گا مگر چھوٹی مامی ناراض تھیں یا کیا کہ حیرت انگیز طور پر اسے ایک بار بھی بلاوا نہیں بھیجا گیا' عارف اور گڈو بڑے بڑے شاپر زاٹھائے سامنے سے گزرے تو اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو کا جھونکا پل بھر کے لیے پھیلا۔

"چچی کا خفیہ اکاؤنٹ ایسے ہی آڑے وقتوں میں کام آتا ہے۔"

نازی کا طنزیہ جملہ اس کے کانوں سے بھی ٹکرایا مگر زیادہ برا نہیں لگا' کچھ نہ کچھ حقیقت تو اس کی بات میں تھی ہی' اصل فکر تو مائرہ کی تھی' جو مستقل شاہ نواز کی

نگاہوں کے سامنے تھی' اور ان ہی لمحوں میں حیدر نے جانا کہ آج سے پہلے اس کے دل نے مائرہ کی اس انداز سے پروا کبھی نہیں کی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اگلے دن شام تک چھوٹی مامی یا ان کے مہمانوں سے رابطے کی کوئی صورت نہیں بن سکی۔

صبح کو جب وہ آفس کے لیے نکلا تو اس وقت تک اوپری منزل میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور جس وقت اس کی واپسی ہوتی تھی اس وقت تک دھوپ کی تپش پوری طرح ختم نہیں ہو پاتی تھی اور دوپہر والی مخصوص خاموشی باقی رہتی تھی۔

"شاہینہ صبح ناشتے کے بعد اپنے گھر چلی گئی۔" امی پاس آکر بیٹھیں تو وہ انہیں حیرت سے دیکھنے لگا۔

"کیوں؟ ان کا تو چار پانچ دن رہنے کا پروگرام تھا پھر ایک دم اچانک۔"

"بہت روکا سب نے' مگر مانی نہیں' کہنے لگی وہاں گھر میں پریشانی ہو جائے گی' بچے بے چارے تو روتے ہوئے گئے ہیں۔" امی نے بات ختم کر کے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"مجھ سے کہہ دیتیں تو میں چھوڑ آتا' واپسی میں بچوں کے ساتھ تکلیف تو ہوئی ہوگی۔" حیدر کو ہلکی سی شرمندگی نہیں گھیرا' اس بار موڈ اتنا خراب رہا کہ اس نے شاہینہ سے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کی۔

"نازی چلی گئی تھی ساتھ' بلکہ واپس بھی آگئی۔" امی کہتے کہتے ذرا رکیں۔

وہ منتظر نگاہوں سے ان کی جانب دیکھے گیا۔

"شاہینہ کے حالات پر دل بہت کڑھتا ہے۔ میری بچی بہت صبر سے وقت گزار رہی ہے' ہر مہینے سوچتی ہوں کہ اسے اس کے بچوں کو کچھ دلا دیا کروں' مگر تمہارے اپنے خرچے ہی پورے نہیں ہوتے۔" اپنی بات کے اختتام تک وہ حیدر سے کچھ کچھ ناراض ہو چکی تھیں۔

فوری طور پر حیدر کی سمجھ میں کوئی جواب نہ آسکا جو امی کی خفگی دور کر دیتا یہ بات وہ پچھلے کئی ماہ سے کہہ رہی تھیں' مگر ہر بار ہی اس کے پاس اتنی تیزی سے پیسے خرچ ہو جاتے کہ انہیں اپنی خواہش اس کی اگلی تنخواہ تک موخر کرنا پڑتی۔

"آپ بڑے ماموں سے کچھ پیسے لے لیتیں' تنخواہ ملنے پر انہیں لوٹا دیتے۔"

اس نے اپنے خیال میں بہت سادہ سا حل پیش کیا' مگر امی مزید ناراض ہو گئیں بڑھتی ہوئی مہنگائی' بڑے ماموں کی محدود آمدنی' ان پر عائد ذمہ داریاں اور سب سے بڑھ کر اس کی لاپروائی' سب ہی پر اظہار خیال کر ڈالا۔

"پچھلے کتنے مہینوں سے کرائے دار نے کرایہ ادا نہیں کیا ہے' بھائی صاحب ہر دوسرے تیسرے دن تقاضا کرنے جاتے ہیں' میں نے کہا بھی کہ حیدر کے سپرد یہ کام کر دیں' مگر انہوں نے منع کر دیا۔ کہنے لگے۔ اسے پریشان نہیں کرو' اس کی توجہ بٹے گی۔"

حیدر کے لیے یہ اطلاع نئی تھی۔

امی کہے چلی جا رہی تھیں "پندرہ سو روپے میں ہوتا ہی کیا ہے پھر بھی کچھ نہ ہونے سے تو بہتر ہی ہے' تم جتنے کم پیسے گھر میں دیتے ہو۔ ان سے تو کوئی ایک آدھ خرچا ہی پورا ہوتا ہے' نازی کو دیکھو۔ کتنی محنت کرتی ہے' سینٹر میں جا کر کلاسز لیتی ہے اور گھر پر آرڈر کا کام کرتی ہے' رات کے دو دو بجے تک لگی رہتی ہے اگر وہ بھی....."

"اس کی فضول خرچیاں آپ نہیں دیکھتیں۔" اب ناراض ہونے کی باری حیدر کی تھی' نازی کو مثال کے طور پر پیش کیے جانا اس کی سراسر توہین تھی "کتنی شاپنگ کرتی ہے' ہر دو چار دن میں اس کا بازار کا چکر لازمی ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہاں سے خالی ہاتھ تو واپس نہیں آتی ابھی پرسوں ہی کتنی دیر لگا کر آئی تھی' لگ رہا تھا کہ سارا بازار اٹھا لائی ہے۔"

بات کا رخ نازی کی جانب موڑ کر اس کا احساس شرمندگی ہلکا پڑنا شروع ہوا تھا مگر امی کو نہ جانے کتنے دن کا دبا دبا غصہ تھا جو وہ ایک دم ہی بکھر گئیں۔

"وہ سارے کپڑے اور دوسری چیزیں شاہینہ اور

اس کے بچوں کی تھیں' بہانے بہانے سے اس کی مدد کرتی ہے' کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا ہے جو وہ شاہینہ اور بچوں کے لیے کچھ نہ کرے' ابھی پچھلے مہینے بچے نئی کلاسز میں آئے' خاموشی سے اسکول سے ان کے کورس کی لسٹ لائی اور اگلے ہی دن جا کر خرید لائی' شاہینہ کو قسمیں دے دے کر لینے پر مجبور کر دیا' بچے کب سے سائیکل کی ضد کر رہے تھے' پاس ہونے کا تحفہ کہہ کر انہیں اپنے ساتھ لے جا کر سائیکل دلا کر لائی۔" امی بات کرتے کرتے سانس لینے کو رکیں' وہ احمقوں کی طرح ان کی شکل دیکھے جا رہا تھا "کبھی دیکھا ہے کہ وہ خود کتنے سستے اور معمولی کپڑے پہن کر سینٹر جاتی ہے' کیا وہاں لڑکیوں کو دیکھ کر اس کا دل نہیں چاہتا ہو گا' مگر مجال ہے جو کبھی اشارۃً بھی اپنے بارے میں کوئی ذکر کرے' ہم سب کی ہی فکر میں غلطاں رہتی ہے میں' اماں' بھابھی' شازیہ ہم سب اس کی ذمہ داری بنے ہوئے ہیں' ہماری چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا دھیان رکھنے والی وہی ہے۔"

امی نے اپنی بات ختم کی اور عصر کی نماز کے لیے وضو کرنے کے لیے اٹھ گئیں۔

حیدر اپنی سوچ میں گم وہیں بیٹھا رہا' آج جو اخلاقی مار اس نے کھائی تھی' وہ اسے کافی محسوس ہو رہی تھی۔

گھر کے معاملات سے اسے کوئی زیادہ سروکار کبھی بھی نہیں رہا تھا اور اس میں کہیں نہ کہیں قصوروار بڑے ماموں بھی تھے' حیدر کو انہوں نے گھر کے سب سے لاڈلے بچے کے طور پر پالا تھا' یتیموں کے بارے میں جو اب طلبی کا احساس اپنی بہن کے ان تین بچوں کی پرورش کرتے ہوئے ہر پل ان کے دل کے ساتھ رہا اور اس احساس کی شدت اتنی زیادہ رہی کہ وہ حیدر کے اوپر جائز سختی بھی کبھی نہیں کر پائے' اس پر کسی ذمہ داری کسی فکر کو لادنا ان کے دل نے کبھی گوارا ہی نہیں کیا۔

باہر کی سمت سے آتے ہوئے شور نے حیدر کو زیادہ دیر شرمندہ ہونے کی زحمت سے بچا لیا۔

چیزوں کی اٹھا پٹخ' قدموں کی چاپ' چھوٹے ماموں کے بچوں کی بلند آوازوں نے ماحول کی خاموشی کو اچانک ہی ختم کر دیا۔

حیدر ضبط نہ کر سکا اور صورت حال کا جائزہ لینے باہر آنا ہی پڑا۔

سامنے ہی مائرہ اور ٹینا بالکل تیار کھڑی تھیں اور ان کے ساتھ کھڑا شاہ نواز مسکراہٹیں بکھیر رہا تھا۔

"حیدر بھائی! ہم لوگ گھومنے جا رہے ہیں' کھانا بھی باہر ہی کھائیں گے؟" ببلو نے زینہ پر سے ہی چلا کر اطلاع دی۔

"کہاں جا رہے ہو تم لوگ؟" حیدر نے مائرہ کو مخاطب کیا' جو متوقع تفریح کے خیال سے بڑی مگن نظر آ رہی تھی۔ حیدر کی بات کے جواب میں مسکراتے ہوئے شاہ نواز کو دیکھنے لگی۔

"ابھی نکلیں گے تو پتا چلے گا' کہاں جانا ہے! ہم تو اجنبی ہیں اس شہر میں' جہاں ان کا دل چاہے گا' لے چلیں گے۔" شاہ نواز پر اتنا سا اشارہ پاتے ہی جواب دینا فرض ٹھہرا تھا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں مائرہ! اور چھوٹی مامی نہیں جا رہیں کیا تمہارے ساتھ۔"

حیدر نے اسے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ مائرہ کو مخاطب کیا' اب کے وہ ذرا سی گڑبڑائی۔

"امی اور خالہ تو گھر پر ہی رکیں گی بس ہم لوگ ہی ....."

"کیا ضرورت ہے اکیلے جانے کی۔ ابھی تو چھوٹے ماموں بھی گھر نہیں لوٹے' ان سے پوچھا تھا؟"

اس کی انکوائری ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی اور شاہ نواز کو یہ پوچھنا سراسر اپنی بے عزتی محسوس ہو رہی تھی سو اس نے کھڑے کھڑے چند جملے ادا کیے جن کا لب لباب یہ تھا کہ حیدر کا یوں شکوک و شکایت کا اظہار کرنا اس کے لیے ناقابل برداشت ہے اور اگر وہ لوگ چاہیں تو یہ پروگرام اسی وقت کینسل کیا جا سکتا ہے۔

رنگ میں بھنگ پڑتا دیکھنا کسے منظور تھا۔

"آپ کیوں کھڑے ہو گئے ہیں ہیڈ ماسٹری جھاڑنے امی سے پوچھ کر جا رہے ہیں' جو کہنا ہے' ان سے جا کر کہیں۔ چلیں شاہ نواز بھائی! عارف شاید ٹیکسی لے آیا ہے۔"

ٹینا نے اپنے مخصوص انداز میں اسے جواب پکڑایا اور شاہ نواز کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھ گئی اور ان دونوں کے پیچھے پیچھے مائرہ بھی۔

ٹیکسی واقعی آ گئی تھی اور چند لمحوں میں وہ لوگ روانہ بھی ہو چکے تھے۔ حیدر عجیب سی کیفیت میں گھرا وہیں کھڑا رہا۔ اسے چھوٹی مامی کے بچوں کے رویے پر افسوس سے زیادہ حیرت ہو رہی تھی' وہ ہمیشہ سے ان لوگوں کے لیے اپنی بساط سے بڑھ کر کرتا آ رہا تھا' جواباً" کسی بھی ستائش پانے کی امید کے بغیر اور آج ان لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا۔

محض چوبیس گھنٹے پہلے آنے والے اس مہمان کی خاطر جس سے سچی بات تو یہ کہ کوئی ڈھنگ کی رشتہ داری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی' کس قدر سرد رویہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ ٹینا کا شاہ نواز سے بے تکلفی کا مظاہرہ جو اس نے ابھی دیکھا تھا کسی بھی طور نظر انداز کیے جانے لائق نہیں تھا' عارف اور گڈو حتیٰ کہ مائرہ تک اس وقت قطعی لفٹ کرانے کے موڈ میں نہیں تھی۔

ایک خیال بڑی خاموشی سے در آیا کہ کہیں یہ کسی ناپسندیدہ کہانی کا آغاز تو نہیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

اگلے چند دنوں نے حیدر کے بہت سے واہموں کی تصدیق کی۔ چھوٹی مامی کی بہن اور شاہ نواز دونوں ہی لگتا تھا کہ سارے جہاں کے کام نپٹا کر اس گھر کو شرف مہمان داری بخشنے آئے ہیں جو ہفتہ بھر بعد بھی واپسی کی ٹکٹیں نہیں کٹ پا رہی تھیں اور یہ پورا ہفتہ ہی حیدر پر بہت بھاری گزرا تھا۔

اوپر والوں کے ہاں روز ہی کوئی نیا پروگرام بنتا' شہر کی سارے تفریحی جگہیں اور فوڈ پوائنٹ کھنگالے جا رہے تھے۔ شاہ نواز کی سرکردگی میں چھوٹے ماموں کی ساری اولاد بلکہ اکثر مامی اور چھوٹے ماموں بھی ساتھ ہو جاتے تھے۔ ایک جشن مسلسل تھا جو ابھی نہ جانے کتنے دن اور جاری رہنا تھا۔

حیدر منتظر ہی رہتا کہ چھوٹی مامی یا مائرہ میں سے کوئی اسے یاد کرے' مگر مایوسی ہی ہاتھ آتی۔ وہ جو کچھ دن پہلے تک خود کو ان کے گھر کی سب سے اہم ضرورت تصور کرتا تھا۔ اب اس طرح نظر انداز ہونے کے لیے تیار نہیں تھا سو ایک دن خود ہی اوپر چلا گیا۔

لاؤنج کا دروازہ کھولتے ہی ٹھٹھک کر رکنا پڑا۔

خوش رنگ کارپٹ دیوار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بچھا ہوا تھا' سلیقے سے رکھے گئے کشن اور گاؤ تکیے کے ساتھ پورا تاثر ہی بدلا ہوا تھا۔

چھوٹی مامی اپنی بہن کے ساتھ وہیں تشریف فرما تھیں' حیدر کو جو دروازے میں یوں گم صم کھڑا دیکھا تو بے زاری سے بولیں۔

"کیا بات ہے حیدر! کچھ کام ہے کیا؟"

"جی! جی نہیں تو۔ بس ایسے ہی" وہ تھوڑا سا بوکھلایا۔ مامی سے اس درجہ طوطا چشمی کی امید نہیں تھی پھر بھی خود کو سنبھالتے ہوئے وہ ان کے قریب جا بیٹھا' مگر وہ تھوڑا سا رخ بدل کر پھر اپنی بہن کی طرف متوجہ ہو گئیں' آواز اتنی نیچی تھی کہ حیدر کوشش کے باوجود بھی کچھ سن نہیں پایا۔

ایسی ہی راز داری وہ اس کے ساتھ بھی برتتی تھیں' جب کبھی انہیں نیچے والوں کے بارے میں کوئی خاص رپورٹ حاصل کرنی ہوتی تھی۔

یوں احمقوں کی طرح منہ اٹھائے بیٹھنا اسے اچھا نہیں لگا تو خوامخواہ ہی اس نئے کارپٹ کی تعریف کر بیٹھا۔

"شاہ نواز نے لا کر بچھا دیا زبردستی' ایک لاؤنج میں اور ایک مائرہ کے کمرے میں' میں تو منع ہی کرتی رہ گئی۔" ان کے لہجے ہی شاہ نواز کے لیے پیار تھا' فخر تھا۔

حیدر حیرت سے ان کی شکل دیکھنے لگا' اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ایک غیر آدمی سے کس

حساب میں اتنے مہنگے تحائف لیے گئے ہیں۔

مامی کا شاہ نواز نامہ جاری تھا' چند دنوں میں ہی اس کی اتنی خوبیاں ان پر آشکار ہو گئی تھیں جن کی گنتی ممکن نہیں تھی' مگر ایک خوبی جو سب پر بھاری تھی وہ اس کی شاہ خرچی تھی' وہ سو کی جگہ ہزار اور ہزار کی جگہ دس ہزار خرچ کرنے کا عادی تھا۔

"میرے بچوں کی تو برسوں کی تمنائیں پوری ہو گئیں' مجال ہے جو کوئی فرمائش شاہ نواز نے ٹالی ہو۔"

دل میں تمام تر خفگی کے باوجود حیدر کو ماننا پڑا کہ مامی کا فرمانا بجا ہے' گڈو اور عارف جو دس بیس روپوں کے لیے آئے دن اس سے رجوع کیا کرتے تھے' انہیں آج کل وہ خود سو سو کے نوٹ مٹھی میں دبائے دیکھ رہا تھا۔

خلاف مزاج باتوں کو زیادہ دیر سننا حیدر کے لیے ایک مشکل کام ثابت ہو رہا تھا' ویسے بھی وہ مائرہ سے ملنے کے لیے آیا تھا۔ جس نے نیچے آنا قریباً" ترک کیا ہوا تھا' پوچھنے پر پتا چلا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے۔

"میں وہیں دیکھ لیتا ہوں' مائرہ!" وہ آواز دیتا ہوا اس کے کمرے کی جانب بڑھا' تو فوراً" ہی پیچھے سے چھوٹی مامی کی آواز آئی۔

"دھیرے بولو' شاہ نواز سو رہے ہیں۔" حیدر پل بھر کے لیے ٹھٹھکا اور پھر "عزت مآب" کی شان میں زیر لب کچھ بڑبڑاتا ہوا مائرہ کے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے میں جا کھڑا ہوا۔

وہ سامنے ہی کھڑی تھی' آج کل وہ جس حساب سے خود پر توجہ دے رہی تھی' اس کے نتیجے میں پہلے سے زیادہ اچھی لگنے لگی تھی' لیکن اس وقت اسے سراہنے کے بجائے حیدر کی توجہ کمرے کے بدلے ہوئے سیٹ اپ نے کھینچ لی۔

مامی کے کہنے کے مطابق ایک نیا کارپٹ یہاں بھی موجود تھا اور پہلی نگاہ میں ہی کافی ٹھیک ٹھاک قسم کا دکھائی دے رہا تھا' صرف یہی نہیں اور بھی بہت کچھ بدلا ہوا تھا' ہر قسم کی بے ترتیبی سمیٹی جا چکی تھی' جن میں حیدر کی لائی ہوئی درجنوں کتابیں بھی شامل تھیں' شیلف میں ان کی جگہ ڈیکوریشن پیس اور پھولوں سے بھرے گل دان رکھے تھے۔

اس کی نگاہوں میں چھپی حیرت مائرہ نے بھانپ لی۔

"اچھا لگ رہا ہے نا میرا کمرہ' یہ کارپٹ اور سب چیزیں میں نے خاص اپنی پسند سے خریدی ہیں' کیسی ہے میری چوائس؟"

وہ بہت خوش' بہت مگن دکھائی دے رہی تھی' حیدر کا جواب سنے بغیر اس نے اپنی بات جاری رکھی "کس قدر فضول سیٹنگ تھی پہلے' کسی نے بھی توجہ نہیں دی تھی۔ بے چارے شاہ نواز صاحب نے ہی۔"

"تمہاری ساری کتابیں کہاں غائب ہو گئیں؟"

حیدر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اس انداز میں پوچھا' جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"وہ سب تو میں نے کارٹن میں بھر کر اسٹور میں رکھ دیں۔" جواب فوری طور پر آیا۔

مائرہ جیسی "علم دوست" ہستی کا یہ جواب حیدر کے لیے ایک تازیانہ سے کم نہیں تھا' تڑپ کر بولا

"کیوں کمرے کی سیٹنگ میں میچ نہیں کر رہی تھیں یا شاہ نواز صاحب کو انہیں دیکھ کر کمپلیکس ہو رہا تھا؟"

"تمیز سے بات کریں' آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ ان کی بے عزتی کرنے کا۔" مائرہ نے ہو بہو ٹینا کا انداز اپنایا' تو حیدر کا رہا سہا ضبط بھی رخصت ہوا۔

مائرہ پر اس کے ان گنت احسانات تھے' اس کے علاوہ بھی اپنے خیال میں وہ اس پر خصوصی حق رکھتا تھا سو اسی کے سہارے اس نے وہ سب کچھ کہہ ڈالنا چاہا جو پچھلے ہفتے سے اسے اندر ہی اندر مستقل تکلیف دیے جا رہا تھا۔ مگر کیا ہوا کسے یاد رہتا ہے جو مائرہ یہ زحمت اٹھاتی ویسے بھی حیدر کے کیے گئے احسانات کی کل مالیت شاہ نواز کی طرف سے دیے گئے تحائف کے آگے بالکل یونہی سی تھی۔ مائرہ نے اس کی شکایات کو ذرا بھی لفٹ کے قابل نہیں سمجھا۔

باہر جب چھوٹی مامی کی بہن بہت متفکرانہ انداز میں اپنی بہن کو یہ باور کرا رہی تھیں کہ جوان لڑکے کا یوں

مائرہ سے اکیلے میں باتیں کرنا کتنا معیوب ہے اور یہ کہ اگر شاہ نواز نے یہ منظر دیکھا تو وہ خواب جو سارا گھر مل کر خوشی خوشی دیکھ رہا ہے' تعبیر پانے سے پہلے ہی دم توڑ جائے گا' اسی وقت حیدر مائرہ کے کمرے سے نکلا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا' محض مروت نبھانے کے لیے بھی اس نے چھوٹی مامی اور ان کی بہن کی جانب نہیں دیکھا' اس بد تہذیبی کے مظاہرے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا' سو ذرا دیر ان دونوں نے اس پر بھی تبصرہ کیا۔

"سارا خاندان ہی ایسا ہے' اخلاق' مروت نام کو بھی نہیں ہے' میرا ہی دل جانتا ہے کہ اتنے سال کس طرح گزارے ہیں۔"

چھوٹی مامی خود ترسی میں مبتلا ہونے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھیں' حیدر سے اب ان کی کون سی غرض بندھی تھی' جو اسے خصوصی رعایت دیتیں ان کی بہن اس طرح کے بیانات عرصے سے سن رہی تھیں اور اب ان سے متاثر ہونا چھوڑ چکی تھیں' ان سنی کر کے دوسرے موضوع پر آ گئیں۔

"مائرہ سے کہو۔ کبھی باورچی خانہ میں بھی جھانک لیا کرے۔ ایک تو تم نے لڑکیوں کو گھرداری کی عادت بالکل نہیں ڈالی' شاہ نواز بار بار پوچھتا ہے کہ مائرہ کو کچھ پکانا وکانا بھی آتا ہے کہ نہیں ہر بار مجھے ہی جھوٹ بولنا پڑتا ہے' پر کب تک پردے ڈالتی رہوں گی۔"

چھوٹی مامی کے لیے اپنی غلطی ماننا ناممکنات میں سے تھا' وہ جواباً "مردوں کی ساری برادری پر تین حرف بھیجنے میں مشغول ہو گئیں جنہیں عورتوں کو چولہے میں جھونکے بغیر چین نہیں آتا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اپنے بڑھتے ہوئے غصے اور توہین کے احساس کو ایک طرف رکھ کر حیدر ایک بار بہت ٹھنڈے دل سے اس سارے معاملے پر غور کرنا چاہ رہا تھا۔ سو ساری مصروفیات ترک کر کے وہ احاطے کے ایک نسبتاً" الگ تھلگ گوشے میں جا بیٹھا تھا اور وہیں گل مہر کے درخت کے نیچے یہ فیصلہ ہوا کہ مائرہ کی تمام تر کمزوریوں کو تسلیم کر لینے کے باوجود زندگی اسی کا ساتھ پانے کی متمنی تھی' اب سے پہلے اندر کہیں ایک گہرا اطمینان چھپا ہوا تھا کہ ایک خاندان' ایک گھر سے تعلق رکھتے ہوئے راستے میں کسی بڑی مشکل کا سامنا ہونے کا امکان محض دو چار فیصد ہی رہتا تھا۔

کسی مدمقابل کا دور دور تک پتا نہیں تھا' عزیز رشتہ داروں میں جو چند ایک لڑکے تھے ان سے کبھی کسی قسم کا خطرہ محسوس ہی نہیں ہوا تھا۔ یہ ناگہانی آفت چھوٹی مامی کی بہن کی لائی ہوئی تھی اور اب جو فیصلہ کرنا تھا' وہ فوری توجہ مانگتا تھا شاہ نواز کی نوازشات کا نتیجہ تھا کہ خطرے کی گھنٹی حیدر کو اب بہت قریب سنائی دے رہی تھی۔ مزید ٹینشن کو برداشت کرنا اب اس کے حوصلے سے باہر تھا۔ لہٰذا رات کو سونے سے قبل وہ امی کو اپنا فیصلہ سنا چکا تھا۔

"ہوش میں تو ہو؟" امی کی سمجھ میں جب اس کی بات آئی تو وہ ایسے اس کی طرف دیکھنے لگیں جیسے اس کی صحیح الدماغی کے بارے میں شبہ ہو' انہیں یہ انتخاب ذرا نہیں بھایا تھا۔

حیدر جانتا تھا کہ ان کی چھوٹی مامی سے کبھی نہیں بنی تھی مگر یہ امید نہیں تھی کہ وہ مائرہ کے لیے بھی ذرا سا نرم گوشہ دل میں نہیں رکھتی ہوں گی۔

"ساری عادتیں اپنی ماں کی لی ہیں دونوں بیٹیوں نے۔ خود غرض' تنگ دل عورت' میرے بھائی کے ہونٹوں کی ہنسی بھی چھین لی جس نے' اب اسی کے ہاتھ میں اپنا بیٹا بھی سونپ دوں ناممکن!"

حیدر جھنجھلانے لگا' چھوٹے ماموں کو بھلا کیا پریشانی لاحق تھی' اچھی بھلی زندگی گزار رہے تھے' سارا دن تو گھر سے باہر ہی رہتے تھے' جو تھوڑا بہت ٹائم گھر پر گزرتا' اس میں بھی انہیں کوئی ڈسٹرب نہیں کرتا تھا' مزے سے اپنے کمرے میں آرام کرتے یا چینل بدل بدل کر خبریں دیکھا کرتے تھے۔ امی کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں' بہت اچھی گزر رہی ہے زندگی' یہ کہو کہ اس عورت کی بدزبانی اور تنگ دلی کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ

اپنے خول میں بند ہو گیا ہے' ایک گھر میں رہتے ہوئے خون کے رشتوں سے بیگانگی اختیار کر لی ہے اس نے' کتنے برس گزر گئے ہیں کبھی دیکھا ہے کہ وہ ہم لوگوں کے ساتھ گھل مل کر بیٹھا ہو' کیونکہ جانتا ہے کہ یہ عورت بخشنے والی نہیں ہے' کیسا ہنس مکھ اور محبت کرنے والا تھا اور اب ....." امی نے ایک نئی کہانی شروع کر دی۔

حیدر کی سمجھ میں محض اتنا آ رہا تھا کہ اس کی زندگی سے چھوٹے ماموں یا مامی کا مقابلہ کرنا بالکل فضول سی بات ہے۔ وہ اپنی زندگی گزار رہے تھے اور اسے اپنا جیون جینا ہے جو کچھ امی کہہ رہی تھیں اگر اسے سو فیصد سچ مان بھی لیا جائے تو بھی آدھے سے زیادہ قصور وار خود چھوٹے ماموں تھے جو صبر و شکر کے ساتھ اپنی گت بنوائے جا رہے تھے۔ وہ ان جیسا بے زبان اور دبو ہرگز بھی نہیں تھا۔

وہ جس روانی سے مدلّل انداز میں ان کے ہر اعتراض کا جواب دے رہا تھا' اس سے امی کو اس کی سنجیدگی کا اندازہ ہوتا جا رہا تھا۔ ماحول گمبھیر ہونے لگا' ان کے پاس اب کرنے کو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا تھا' نازی کا ذکر کرنا بھی فضول تھا' شاہینہ نے فون پر انہیں اس کے خیالات سے تفصیلی طور پر آگاہ کر دیا تھا۔ اب اس بات کو دہرا کر وہ اپنی بات کھونا نہیں چاہتی تھیں۔

"یہ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ نے میری یہ بات نہ مانی تو پھر زندگی بھر مجھ سے ایسی کسی خواہش کا اظہار مت کیجئے گا۔" حیدر کی سنجیدگی انتہا کو چھونے لگی۔

امی جانتی تھیں کہ ایسے دعووں کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہوتی مگر پھر انہوں نے اپنی بات پر اصرار نہیں کیا' چاہتیں تو وہ بھی اپنی طویل بیوگی اور حیدر پر اپنے حق کو جتا کر بات کو لمبا کھینچ سکتی تھیں پر انہیں اس طرح اسے جذباتی بلیک میل کرنا اچھا نہیں لگا' وہ بالکل خاموش ہو گئیں' ہاں اتنا ضرور ہوا کہ برسوں کی دبی خواہش سے دل بہت مشکل سے دستبردار ہونے پر راضی ہوا۔

وقت بے حد کم تھا۔

شاہ نواز کے انداز حیدر کے ہاتھ پیر پھلا رہے تھے' اس کے اصرار پر امی نے سویرے ہی بڑے ماموں سے بات کی اور پھر بڑوں میں کیا میٹنگ ہوئی' اس کا اندازہ حیدر کو بڑے ماموں کو دیکھتے ہی ہو گیا' وہ خوش تھے بلکہ بے حد خوش۔

حیدر کا اطمینان اور گہرا ہوا' بڑے ماموں کا ووٹ گھر میں سب سے قیمتی گنا جاتا تھا' جس کام کے پیچھے ان کی رضامندی ہوتی تھی۔ وہ چٹکیوں میں سرانجام پاتا تھا' حیدر کو کئی دن بعد سکون کا سانس میسر آیا تھا۔ اور یہ بھی تھا کہ وہ جو ایک ہلکا سا احساس جرم تھوڑا تھوڑا پریشان کر رہا تھا' وہی بڑے ماموں کی خود سے وابستہ توقعات' نازی کے لیے امیدواری وغیرہ وغیرہ تو وہ معمولی سی شرمندگی بھی رخصت ہوئی۔

چھوٹے ماموں کے مہمانوں کی دعوت کرنے کا اعزاز حاصل کرنا نیچے والوں کے لیے بھی نہایت ضروری تھا اور ایسا نہ کرنا چھوٹی مامی کے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم ٹھہرتا' مغرب کے بعد اوپر جا کر ان سب کو اگلے دن رات کے کھانے پر انوائیٹ کرتے جب بڑے ماموں وغیرہ گئے تو وہاں یہ خوش خبری بھی سن لی کہ کوچ کا نقارہ بج گیا ہے اور ان دونوں معزز مہمانوں کی پرسوں روانگی ہے۔

بڑے ماموں حیدر کے معاملے کی شروعات بھی کر آئے گھر کی بات تھی۔ انہوں کسی قسم کے تکلفات کے بغیر موقع دیکھ کر تنہائی میں چھوٹے ماموں سے تذکرہ کر ڈالا۔

حیدر نے سنا تو اسے بڑے ماموں کی اس معاملہ فہمی پر بڑا پیار آیا' اب لاکھ شاہ نواز پرپوزل بھیجتا رہے' بڑے ماموں کی بات لوٹائی نہیں جا سکتی تھی۔

حیدر کے رشتے کی بات کا گھر میں بار بار تذکرہ ہو رہا تھا' شازیہ نے تو خوش ہو کر کتنے ہی پروگرام بنا ڈالے تھے۔

"میری ساری دوستوں کو بلانا ہو گا حیدر بھائی وعدہ کریں ورنہ ابا تو دیکھیے گا ساری لسٹ ہی کٹوا دیں

گے۔"

شازیہ بہت آگے کی سوچ رہی تھی۔

حیدر اس قدر خوش تھا کہ اگر اس کے قبضہ میں کوئی سلطنت بھی ہوتی تو شازیہ کو دے ڈالتا' ان چھوٹی موٹی باتوں کی کیا حقیقت تھی' سو خوشی خوشی سارے وعدے کرتا رہا۔

نازی خاموشی سے ڈرائنگ روم کی سیٹنگ کو امپرو کرنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ آج اس کے پاس بالکل بھی ٹائم نہیں تھا' کسی بھی دعوت کے موقع پر وہ یونہی جت جایا کرتی تھی' گھر کے ہر گوشے کو ایک نیا لک دینے کا آرٹ اسے بخوبی آتا تھا۔

"اے' تم نے مجھے مبارکباد نہیں دی۔" حیدر سے رہا نہ گیا تو پوچھ ہی لیا۔

"کس بات کی۔" اس نے بڑے اطمینان سے الٹا سوال کر ڈالا۔

"یہی میری بات طے ہونے کی اور کیا؟" وہ تھوڑا سا گڑبڑایا۔

نازی بے ساختہ ہنس پڑی "جب بات طے ہو جائے گی تو مبارکباد بھی دے لیں گے' تم کہیں بھاگے تھوڑی جا رہے ہو۔"

حیدر کو اس کی بے سروپا بات بری تو لگی' مگر آج وہ اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہ رہا تھا' اس لیے نظرانداز کرتا ہوا بولا "طے ہی سمجھو' آخر معاملہ بڑے ماموں کے ہاتھ میں ہے۔"

نازی کے چہرے پر سنجیدگی کی ایک لہر آئی "ابا بے چاروں کو اتنا بھی بااختیار مت سمجھو' بہرحال دیکھیں گے۔" اس نے دھیرے سے کہا اور پھر ایک دم ہی بات بدل ڈالی "کیسا لگ رہا ہے ڈرائنگ روم' آج میں نے تقریباً ساری ارینجمنٹ اور وال پیسز بدل ڈالے ہیں۔"

ڈرائنگ روم واقعی زبردست لگ رہا تھا' حیدر کو تعریف کرنا پڑی' نازی کے ہاتھوں میں بلا کا ہنر تھا' بے مصرف سے بے مصرف چیز بھی اس کے ہاتھوں میں آ کر منہ سے بولنے لگتی تھی' حیدر کی تعریف پر وہ خوش ہو کر لاؤنج کی طرف چلی گئی' اب اسے اپنا جادو وہاں جگانا تھا۔

"ہا!" حیدر ایک ٹھنڈی سانس لے کر وہیں ڈرائنگ روم کے صوفے پر لیٹ گیا' نازی سے تعلقات بہت دن میں نارمل ہوئے تھے اور اب جب سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہونے جا رہا تھا تو وہ بے کار کی الجھنوں میں پڑنا نہیں چاہتا تھا ورنہ نازی کی ان بدشگونی والی باتوں پر غصہ تو بہت آ رہا تھا' بڑے ماموں کے بات چھیڑ دینے کے بعد اب ایک دم اوپر جانا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا' خاص طور پر ایسی صورت میں جب وہاں شاہ نواز بھی موجود تھا۔ شام کو مائرہ کو سب کے ساتھ نیچے آنا ہی تھا۔

امی کو رات کے لیے کچھ سامان منگانا تھا' اس نے انہیں مزید دیر کرانی مناسب نہیں سمجھی سو ان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

رات کی دعوت شاندار تھی۔

کمی بس ایک رہی کہ مائرہ نہیں آئی تھی۔

"اس کے سر میں سخت درد ہو رہا ہے' گولی کھا کر ابھی سوئی ہے۔"

سب ہی نے پوچھا' اور چھوٹی مامی نے سب کو یہی جواب دیا۔

حیدر کو سخت مایوسی ہوئی' سارے دن کا انتظار لاحاصل رہا۔ ایک دو بار اس نے سب کی نظر بچا کر اوپر جانے کی کوشش بھی کی' مگر ٹینا نے اسے سیڑھیوں پر ہی جا لیا۔

"آپ کہاں چلے' امی نے سختی سے منع کیا ہے کہ مائرہ باجی کو کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔"

"ابھی آ رہا ہوں پانچ منٹ میں۔" حیدر نے بے بسی سے اسے دیکھا' اس چھٹانک بھر کی لڑکی سے وہ بے حد عاجز تھا۔

"کوئی پانچ منٹ نہیں' میں ابھی امی کو بتاتی ہوں کہ آپ زبردستی مائرہ باجی سے ملنے اوپر جا رہے ہیں۔"

کیا کرتا؟ پلٹنا پڑا' ٹینا کی بدتمیزیوں کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی تھی' نہ جانے بات کہاں تک بگڑ جاتی'

وہ دل پر جبر کر کے واپس اندر آ بیٹھا' باقی وقت بھی اسے ٹینا کی نگاہیں اپنے تعاقب میں محسوس ہوتی رہیں لمحے بھر کے لیے حیدر کے دل میں خیال آیا کہ شاید ٹینا کو بطور خاص اس پر نگاہ رکھنے پر مامور کیا گیا ہے۔ کیا پتا

شاہ نواز آج بہت تہذیب کے دائرے میں تھا' خوشگوار موڈ میں بہت سنبھل سنبھل کر گفتگو کر رہا تھا' حیدر کو بھی آداب میزبانی نبھانے پڑے' گھر کی سجاوٹ کو شاہ نواز نے بار بار سراہا۔

"بہت خوب صورت گھر ہے آپ لوگوں کا' بہت فنکاری دکھائی دیتی ہے ہر چیز میں۔"

حیدر کو فخر محسوس ہوا تو بے ساختہ ہی نازی کا نام لے بیٹھا۔

"نازی بہت آرٹسٹک مائنڈڈ ہے' یہ سب اسی کا کمال ہے۔"

شاہ نواز حیرانی سے نازی کو دیکھنے لگا' اس سادہ سے حلیے والی لڑکی کو آج اس نے پہلی بار غور سے دیکھا تھا' بلکہ آج پہلی بار ہی وہ اتنی دیر اس کی نگاہوں کے سامنے رہی تھی' شاہ نواز کی تعریف پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے علاوہ اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔

بڑی مامی کی بہن کو شاہ نواز کا دھیان بٹانے کے لیے کافی تگ و دو کرنی پڑی' اس کے مربعوں کی تفصیل' حویلی کی لمبائی چوڑائی وغیرہ وغیرہ! شاہ نواز پھر سیڑھی سے اترنے لگا۔ جملہ گھر والوں کو اس کی شیخی بھری باتیں محض مروتاً" سننی پڑیں' پر شکر ہے کہ اس وقت کا دورانیہ کم ہی رہا۔ نازی اور شازیہ نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی تو سب ہی اٹھ گئے۔

وہاں مزید سرپرائز شاہ نواز کے منتظر تھے' پندرہ دنوں میں باہر کا کھانا کھا کھا کر وہ گھر کے ذائقے کا لطف بھولتا جا رہا تھا' آج یہاں ایک گھریلو ماحول میں بیٹھ کر کھانے کا تجربہ کچھ اور ہی تھا' معیار اور مقدار دونوں ہی کا عروج تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کے ہاں اتنے مزے کا کھانا پکتا ہے ورنہ دونوں وقت نیچے ہی آجایا کرتا۔"

اس کا بے تکلفی سے کہنا گھر والوں کا بڑا اچھا لگا' سب ہی ایک دم اصرار کرنے لگے کہ وہ کچھ دن نیچے بھی رہے۔

شاہ نواز کا موڈ کچھ بدل رہا تھا چھوٹی مامی اور ان کی بہن مستقل اسی طرف متوجہ تھیں اور یوں منظر نامہ بدلتا دیکھ کر ہراساں ہوئی جا رہی تھیں۔

"نہیں بھائی صاحب! اب تو رکنا ناممکن ہے' پہلے ہی بہت دن ہو گئے ہیں' گھر سے روز فون پر فون آ رہے ہیں اتنے کام وہاں بیچ میں پڑے ہیں کہ۔"

چھوٹی مامی کی بہن بڑے ماموں کو ان سب بہت اہم کاموں سے آگاہ کرنے لگیں' جنہیں اب مزید ایک دن بھی نہیں ٹالا جا سکتا تھا۔

چھوٹی مامی انہیں شکر گزار نگاہوں سے دیکھنے لگیں' انہیں رہ رہ کر اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا' اس دعوت کو روکنے کے تین سو ساٹھ بہانے تھے' مگر ان کا اس طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا' مائرہ کا حسن انہیں بے خوف کیے ہوئے تھا۔

رات گئے جب وہ لوگ وہاں سے رخصت ہوئے' اس وقت تک شاہ نواز اس گھر اور ان کے سارے سیٹ اپ سے پورا پورا متاثر ہو چکا تھا' اتنے مہذب اور سادہ فطرت لوگوں کو نظر انداز کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

لاہور سے ثمینہ آپا کا فون آیا' وہ امی سے بے حد ناراض تھیں کہ ان سے مشورہ کیے بغیر حیدر کا رشتہ مائرہ کے لیے کیوں دیا گیا ہے' امی نے صاف صاف حیدر کا نام لیا تو وہ اس پر بھی برس پڑیں' بے وقوف' احمق' عاقبت نااندیش اور احسان فراموش تک کہہ ڈالا' اور جب دل کی بھڑاس نکل گئی تو فون بند کر دیا۔

حیدر بہت دیر تک جھنجھلایا رہا۔

"زندگی میری ہے' جیسے چاہوں جس کے ساتھ چاہوں بسر کروں' آخر دوسروں کو کیا پریشانی ہے؟" وہ امی کے سامنے بڑبڑاتا رہا۔

امی نے کوئی جواب نہیں دیا' جانتی تھیں کہ ابھی اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی کہ جنہیں وہ

دوسرے کہہ رہا ہے وہی وہ حقیقی رشتے میں جنہیں اس سے بڑھ کر اس کی فکر ہے۔

"اور یہ چھوٹے ماموں آخر اتنی دیر کیوں لگا رہے ہیں۔ آج گیارہواں دن ہے ان سے بات کیے ہوئے بڑے ماموں سے کہیے آج ان سے پوچھیں تو سہی۔" حیدر کی تشویش بجا تھی۔

چھوٹی مامی اسے اوپر بلانا بالکل ترک کیے ہوئے تھیں نہ جانے شاہ نواز جاتے جاتے کون سی جادو کی چھڑی ان کے ہاتھ میں تھما گیا تھا' جو ان کے سارے کام خود بخود ہو رہے تھے اور یونہی خوامخواہ خود سے جانا حیدر کو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

امی سے بات کر کے وہ کمرے سے نکلا تو سامنے نازی دکھائی دی۔

"کہیں جا رہی ہو کیا" وہ پوچھ بیٹھا۔

"ہاں شاہینہ باجی کی طرف جا رہی ہوں۔"

"چلو' میں بھی چلتا ہوں۔"

"تم!" نازی نے قدرے حیرانی سے دیکھا۔ حیدر کو اس کے اس طرح دیکھنے پر تھوڑی سی شرمندگی محسوس ہوئی' شاہینہ کے ہاں آنے جانے کے معاملے میں وہ بے حد لاپروائی برتتا تھا' آج ایک دم جانے کا خیال بھی ایسے آگیا تھا کہ وہ بہت دنوں سے اس طرف آئی نہیں تھی' حیدر کو پتا تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے اور بہنوں کی ناراضی کی بہرحال اسے پروا کرنی پڑ جاتی تھی۔

نازی اسے دس پندرہ منٹ انتظار کا کہہ کر پھر سے اندر چلی گئی' حیدر آج کل سب سے بنا کر رکھنے کی پالیسی پر گامزن تھا' اس لیے بغیر اعتراض کیے آرام سے باہر آگیا۔ نازی کا یہ دس پندرہ منٹ کا رکنا حیدر کے لیے بڑا بابرکت ثابت ہوا' وہ اپنی بائیک پر کپڑا پھیر رہا تھا کہ سامنے سے مائرہ آتی دکھائی دی' ساتھ میں عارف اور گڈو بھی تھے۔

ان بوجھل اور وسوسوں سے بھرے دنوں میں مائرہ کو دیکھنا ہی دل کے لیے بڑا سہارا تھا' ایک بے ساختہ سی مسکراہٹ چہرے پر لیے وہ اس کی طرف چلا آیا عارف اور گڈو باہر جا چکے تھے' مائرہ اس کی طرف سے ذرا سا رخ موڑے کیاری میں لگے پھولوں کی طرف متوجہ تھی۔

"کہاں ہو' آج کل نظر ہی نہیں آتی ہو۔"

مائرہ نے اس کی شکایت کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا' یونہی پھولوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "مجھے کہاں ہونا ہے' گھر پر ہی رہتی ہوں سارا دن۔" اس کے لہجے کی سختی سے اسے اپنے سوال کے فضول ہونے کا احساس ہوا' سو ساری غلطی اپنے کھاتے میں ڈال کر بات بدل دی۔

"تمہاری پڑھائی کا تو بہت حرج ہوا ہو گا' اتنے دن مہمان رہے ہیں۔"

"حرج مرج کیا' میں نے تو ویسے بھی ایم اے کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا!" حیدر نے اس کی جانب بہت بے یقینی کے عالم میں دیکھا اسے واقعی بہت حیرت ہوئی تھی۔

"اور کیا۔" مائرہ نے لاپروائی سے گردن جھٹکتے ہوئے بات کو جاری رکھا۔

"اتنا دماغ کھپا کر بھی دو چار ہزار کی نوکری ہی ملنی ہے تو فائدہ ہی کیا ہے۔ میں بھی پاگل تھی جو بے کار کے چکر میں الجھ رہی تھی۔"

"مائرہ!"

چھوٹی مامی کے زور سے چلانے پر ان دونوں ہی نے دیکھا' وہ سامنے ٹیرس پر کھڑی تھیں "تم گئیں نہیں ابھی تک' یونہی فضول میں قصے کہانیاں کہنے نہ کھڑی ہو جایا کرو۔"

چھوٹی مامی کی آواز زوردار تھی اور جب وہ غصے میں ہوتیں تو بس!

"جا رہی ہوں امی! عارف اور گڈو ابھی نہیں آئے ہیں۔"

مائرہ نے ان کی تسلی کرنا چاہی مگر وہ مطمئن نہیں ہوئیں۔ اس لیے اندر بھی نہیں گئیں۔

ان کے اس طرح سر پر آ کھڑے ہونے سے حیدر کے ذہن سے وہ تمام خوب صورت سوالات رخصت ہوئے جو وہ مائرہ سے اپنے اور اس کے درمیان بندھنے

جانے والے رشتے سے متعلق پوچھنا چاہ رہا تھا۔
"آپ ذرا دور ہٹ کر کھڑے ہوں' امی کو اچھا نہیں لگتا ہے۔" مائرہ کی جانب سے نئی ہدایت آئی اور ساتھ ہی وہ خود گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔
وہ بھلا اب کیا پیچھے پیچھے جاتا۔
اسی وقت ٹیکسی رکنے کی آواز آئی' مائرہ نے گیٹ کھول کر جھانکا اور پھر پیچھے مڑ کر "جا رہی ہوں امی!" کا نعرہ لگا کر باہر۔
جب تک وہ لوگ چلے نہیں گئے' چھوٹی مامی وہیں ٹیرس پر کھڑی سڑک کا معائنہ کرتی رہیں اور پھر فوراً" ہی اندر چلی گئیں۔
مائرہ اور چھوٹی مامی کے اس رویہ کی وجہ کچھ بھی ہو' حیدر کے ذہن میں ایک خیال اور بھی آ رہا تھا کہ چھوٹے ماموں کی آمدنی تسلی بخش حد تک ضرور بڑھ چکی ہے' جو وہ لوگ اکثر و بیشتر ٹیکسی استعمال کرنے لگے ہیں ورنہ پہلے تو دن میں دس بار اس کی بائیک ہی یاد کی جاتی تھی۔
"چلو' دیر تو نہیں ہوئی؟" سامنے سے نازی آ رہی تھی۔ ایک بڑا سا شاپر اس نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا۔
حیدر نے سارا غصہ اسی پر اتارا' نازی خلاف عادت خاموش ہی رہی اور جب وہ بائیک باہر نکال کر اسٹارٹ کر رہا تھا تو اطمینان سے آ کر پیچھے بیٹھ گئی۔
حیدر کو دیکھ کر شاہینہ بے حد خوش ہوئی اور اس سے بھی زیادہ اس کے دونوں بچے اس نے راستے ہی سے بچوں کے لیے کچھ چیزیں لی تھیں وہ دونوں ذرا دیر میں ہی ان میں مگن ہو گئے۔
"شکر ہے' تمہیں یاد تو آیا کہ اس شہر میں تمہاری کوئی بہن بھی رہتی ہے۔"
شاہینہ کے محبت بھرے شکووں کو سن کو وہ مسکرا دیا۔
نازی شاہینہ کی ساس کو سلام کر کے وہ بڑا سارا شاپر اٹھا کر سامنے والے کمرے میں چلی گئی تھی۔
شاہینہ حیدر کے منع کرنے کے باوجود تھوڑے بہت اہتمام میں لگ گئی تھی' وہ اس کے پاس کچن میں ہی کھڑا ہو گیا۔ گھر میں کوئی مرد اس وقت موجود نہیں تھا۔
"سہیل تو رات گئے تک ٹیوشن پڑھاتا ہے' اور کامل کو بھی ایک شام کی جاب مل گئی ہے۔" شاہینہ نے میاں اور دیور دونوں کی مصروفیات بتائیں۔
کامل کی صبح والی جاب کا تو حیدر کو پتا تھا مگر شام کے لیے انہوں نے کیا کام ڈھونڈا ہے۔ یہ خبر نہیں تھی۔ شاہینہ سے کچھ زور دے کر پوچھا تو وہ دھیرے سے بولی۔
"کسی اسٹور میں سیلز مینی کر رہے ہیں صدر میں!"
وہ حیدر کی جانب سے پشت کیے حلوہ کے لیے سوجی بھون رہی تھی اس لیے اس کے چہرے پر آئے تاثرات تو وہ نہیں دیکھ سکا پھر شاہینہ کا لہجہ اسے بھیگا بھیگا سا لگا۔
حیدر کے دل کو تاسف نے آگھیرا۔
وہ اپنی ہی الجھنوں میں گرفتار رہنے کا عادی بنتا جا رہا تھا اور بہنوں سے کس قدر بے خبر تھا۔
"سیلز مین کے بجائے کوئی اور کام ڈھونڈ لیتے کامل بھائی!" اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو یہی کہہ ڈالا۔
شاہینہ خود کو سنبھال چکی تھی' بشاش انداز میں حیدر کی طرف مڑتے ہوئے بولی "کیوں سیلز مینی میں کیا خرابی ہے حلال آمدنی کا کوئی بھی ذریعہ کسی سے کم نہیں ہوتا اور پھر ہمیشہ اسی جگہ تو نہیں رہیں گے کوشش میں لگے ہوئے ہیں' انشاء اللہ جلد ہی بہتر ملازمت مل جائے گی' سہیل کا رزلٹ بھی بس آج کل میں آیا ہی چاہتا ہے پھر اسے بھی ضرور کوئی اچھی جاب مل ہی جائے گی یہ وقت آخر گزر ہی جانا ہے۔"
حیدر نے ذرا غور سے بہن کی طرف دیکھا' اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک تھی۔
مزید کچھ کہنا حیدر کو اس کی توہین محسوس ہوا۔
"اور یہ تم گرمی میں یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہو' جاؤ جا کر تھوڑی دیر میری ساس کے پاس ہی بیٹھ جاؤ' وہ بھی کیا سوچتی ہوں گی۔"

حیدر سمجھ گیا کہ وہ اسے یہاں سے ہٹانا چاہتی ہے۔ اس لیے بنا بحث کیے وہ کامل بھائی کی امی کے پاس آبیٹھا۔ وہ بہت شفیق سی خاتون تھیں' جتنی دیر حیدر ان کے پاس بیٹھا' وہ مستقل شاہینہ کی تعریفیں کرتی رہیں' اس کی محنتی طبیعت' اس کے صبر وایثار کو انہوں نے باربار سراہا۔

سامنے والے کمرے میں نہ جانے کیا ہو رہا تھا' نازی جب سے آئی تھی وہیں تھی' اور وقفے وقفے سے شاہینہ بھی چکر لگائے جا رہی تھی۔

شاہینہ چائے لے کر آئی تو خالی سوجی کا حلوہ ہی ساتھ نہیں تھا بلکہ سبزیوں کے پکوڑے' املی کی چٹنی اور شامی کباب بھی تھے۔ شاہینہ کا محبت بھرا اصرار' بچوں کی پرلطف باتیں۔

شاہینہ نازی کو بھی بلا لائی تھی' حیدر نے محسوس کیا کہ شاہینہ کی ساس کی نازی سے بھی بہت دوستی ہے۔ وہ اسے نہ جانے کن کن کے قصے سنا رہی تھیں اور نازی پوری توجہ سے انہیں سن رہی تھی۔

حیدر کو یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔

باتوں باتوں میں وہ کافی کھا چکا تھا' مگر شاہینہ پھر بھی پلیٹ میں کچھ نہ کچھ ڈالے جا رہی تھی' حیدر بمشکل اسے روک سکا۔

چائے کے بعد نازی اور شاہینہ تو اسی سامنے والے کمرے میں چلی گئیں' جبکہ حیدر کو دونوں بچے صحن میں کرکٹ کھیلنے کے لیے لے آئے' ایک موقع پر تو اس قدر اودھم مچا کہ شاہینہ گھبرا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

نہ جانے کس بات پر جھگڑا تھا کہ دونوں بچے حیدر پر سوار ہوئے جا رہے تھے۔ شاہینہ بے ساختہ ہی مسکرا دی۔

پل بھر کے لیے دل میں خیال آیا کہ بھلا مائرہ کے آجانے کے بعد بھی یہ منظر دیکھنے کو ملیں گے؟

جواب تکلیف دہ تھا' وہ ذہن سے اس خیال کو جھٹک کر واپس اندر مڑنے لگی تھی کہ حیدر قریب چلا آیا۔

"آخر یہ اندر ہو کیا رہا ہے جو تم دونوں کا باہر دل ہی نہیں لگ رہا ہے۔" وہ شاہینہ سے کہتا ہوا خود بھی اندر داخل ہو گیا۔

اندر کا منظر خلاف توقع تھا۔

سارے کا سارا سیٹ اپ چینج تھا' پہلے کبھی جب وہ شاہینہ کے گھر آیا تھا تو اس کمرے کی سیٹنگ ایک سادہ سے بیڈ روم کی سی تھی' مگر آج تو یہ کسی ورکشاپ کا سا منظر پیش کر رہی تھی' سلے ادھ سلے کپڑوں کا ڈھیر' پرانے اخبار' ہینگر کیے ہوئے کپڑوں کی قطاریں' مختلف طرح کی بیڈ شیٹس اور بھی نہ جانے کیا کیا! ساری چیزیں تو اس کی سمجھ میں آ بھی نہیں سکتی تھیں اور ان سب کے بیچ سارے ماحول سے بے نیاز اپنے قریب کٹ پیسز کا ڈھیر لگائے نازی پیٹرن کٹنگ میں مصروف تھی۔

"کیا ہے یہ سب؟ کیا کوئی کپڑوں کی دکان کھول لی ہے۔"

"آرڈر کا کام ہے' پیسے اچھے مل جاتے ہیں اس میں۔" شاہینہ نے اس کی حیرت دور کرنا چاہی مگر وہ مطمئن نہ ہو سکا۔ "یہ اتنا سارا کام شاہینہ باجی! آپ کیسے کر لیتی ہیں؟ بیمار پڑنے کا ارادہ ہے کیا؟"

"اکیلے کہاں کرتی ہوں' آدھے سے زیادہ تو نازی نمٹا دیتی ہے' ہفتے میں دو تین بار چکر لگاتی ہے' اب دیکھو اتنی دیر اس نے کٹنگ کی ہے' اب یہ سارا گھر سے سی کر لائے گی پھر ہم یہاں پیک کر لیتے ہیں' نازی کا ساتھ ہے ورنہ اکیلی میں....."

شاہینہ اور بھی کچھ بتا رہی تھی' مگر حیدر کے ذہن میں تو وہ بڑا سارا شاپر گھوم رہا تھا' جسے اٹھا کر پیچھے بیٹھنے پر وہ نازی کو دس باتیں سنا چکا تھا۔

"خوامخواہ کا کریڈٹ مت دیں' جتنا کچھ آپ کر رہی ہیں۔ اصل تو وہ ہے۔" نازی کی آواز پر وہ چونکا۔

"میرا تو خیر فرض ہے!" شاہینہ ہلکے سے بولی۔

"اور آپ کے حوالے سے میرا بھی کچھ فرض ہے۔" نازی نے برجستہ جواب دیا اور پھر اٹھ کر باہر چلی گئی۔

شاہینہ کی ساس اسے بلا رہی تھیں۔

حیدر کچھ خاموش سا بیٹھا تھا' شاہینہ اسے بتانے لگی کہ نازی جس سینٹر میں کام کرتی ہے' ان کی کوئی ویلفیئر ایسوسی ایشن ہے جو اچھے معاوضے پر گھروں میں کام فراہم کرتی ہے "مجھے تو جانا بھی نہیں پڑتا سارا گھر نازی ہی دیکھتی ہے' سامان کا لانا' لے جانا' وہاں سے پے منٹ لینا' سچ حیدر! نازی نے بڑا ساتھ دیا ہے میں تو ساری زندگی اس کا احسان نہیں بھول سکتی۔" شاہینہ کے لہجے میں نازی کے لیے محبت تھی' احترام تھا۔

حیدر دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا رہا۔

چلتے وقت وہ شاہینہ سے پوچھ بیٹھا کہ آیا اس کی ناراضی ختم ہو گئی ہے یا نہیں؟ تو وہ ہنس پڑی۔

"پاگل ہوئے ہو! تم سے بھلا ناراض ہوں گی' دیکھ تو لیا ہے کہ کس قدر مصروف رہتی ہوں' اسی لیے جلدی جلدی نہیں آپاتی ہوں۔" شاہینہ نے سارے وقت میں ایک بار بھی مائرہ کا قصہ نہیں چھیڑا تھا۔

راستہ بڑی خاموشی سے کٹا' ہاں جس وقت نازی بائیک سے اتر کر اندر جانے لگی تو وہ رہ نہیں سکا۔

"بات سنو!"

وہ رک کر سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں نہ جانے کیا کیا کہہ جاتا ہوں اور تم جس طرح شاہینہ باجی....."

نازی زور سے ہنس پڑی۔

"تم رہنے دو بس! تم پر یہ انداز سوٹ نہیں کرتے ہیں۔"

حیدر جھینپ سا گیا۔

"اور شاہینہ باجی کے لیے میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے' جس کا تذکرہ بار بار کیا جائے' وہ خود اتنی باہمت اور صبر والی ہیں کہ مجھے انہیں دیکھ کر فخر ہوتا ہے۔" وہ حیدر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بات کو جاری رکھے ہوئے تھی۔

اندھیرا پھیل چکا تھا' احاطے کی ملگجی روشنی سے لے کر مرکزی لائیٹ میں نہائی داخلی سیڑھیوں تک آتے آتے حیدر کو اسے سنتے رہنا پڑا۔

"اور حیدر! ایک بات نوٹ کی تم نے' شاہینہ باجی کی ساری فیملی میں ہی بڑا گریس ہے' ایک دوسرے کے لیے حد درجہ خلوص ہے' اپنی اپنی جگہ ہر شخص احساس ذمہ داری رکھتا ہے تم دیکھنا' وہ لوگ بہت جلد اس کرائسس سے نکل جائیں گے انشاءاللہ!"

"انشاءاللہ!" حیدر نے بھی دھیرے سے کہا۔

نازی اندر چلی گئی۔

حیدر چند لمحے وہیں کھڑا رہا' سیڑھیوں کے دائیں بائیں لگے پام کے جھنڈ اور چائنا روز کے پھول تیز روشنی میں بے حد چمک رہے تھے۔

حیدر کو اپنا دل ایک نامعلوم خوشی سے بھرتا محسوس ہوا۔ قریب رہنے والوں کے مثبت رویے' مثبت باتیں' اپنی سوچ پر کتنا خوشگوار اثر ڈالتی ہیں اس کا اندازہ اسے آج بخوبی ہوا تھا۔

بے حد ہلکا پھلکا ہو کر وہ سیدھا لاؤنج کی طرف آیا۔

اس وقت سب ہی لوگ وہیں بیٹھتے تھے۔

"رئیس احمد نے تو حد کر دی' ابھی تک بیوی سے ذکر کرنے کی ہمت نہ کر سکے تھے محترم!" بڑے ماموں ابھی ابھی اوپر سے ہو کر آئے تھے اور تازہ تازہ صورت حال سے جملہ اہل خانہ کو مطلع کر رہے تھے "غصہ ہی تو آگیا مجھے' وہیں آواز دے کر سلطانہ بھابھی کو بلایا اور ساری بات کہہ ڈالی۔"

حیدر نے اندر داخل ہوتے ہوتے یہ جملے سنے اور مارے ایکسائٹمنٹ کے وہیں کونے پر رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

سارے گھر والے بڑے ماموں کی بہادری کے اس مظاہرے پر عش عش کر رہے تھے' شازیہ کو تو یقین ہی نہیں آکر دے رہا تھا۔

"واقعی ابا' آپ نے خود چچی سے کہہ دیا! کمال ہے؟"

"تو بھئی مجھے کیا کسی کا ڈر پڑا تھا' اگر معلوم ہوتا کہ رئیس احمد اس قدر خائف رہتے ہیں اپنی بیگم سے تو اسی دن ڈائیریکٹ کہہ دیتا۔"

بڑے ماموں بہت خوش تھے' جب وہ زیادہ خوش ہوتے تھے تو لبوں سے زیادہ ان کی آنکھیں مسکرایا کرتی تھیں۔

"یہ تو بتاؤ پھر کہا کیا سلطانہ نے؟" نانی نے کام کا سوال کیا تو ایک دم ہی خاموشی چھا گئی۔

"کچھ بھی نہیں کہا' بالکل خاموش رہیں۔ میں ہی کہہ کر آیا ہوں کہ ایک دو روز میں فائنل کر دو تاکہ پھر کوئی رسم وغیرہ ادا کی جائے۔"

بڑے ماموں خاموش ہوئے تو ایک نئی بحث شروع ہو گئی' کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ رسم وغیرہ فضول ہے' سیدھے سیدھے شادی کی تاریخ مقرر کی جائے' جبکہ شازیہ پہلے منگنی کے حق میں تھی۔

حیدر کو اس بحث میں فی الحال کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس لیے وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

مامی کا رویہ اس کی الجھنیں بڑھا رہا تھا۔

وہ ان کا ذرا ذرا سی باتوں میں حیدر سے صلاح مشورہ' اپنی پریشانیاں شیئر کرنا' سب خواب و خیال ہوئے جا رہے تھے۔

حیدر نے تھک کر آنکھیں بند کیں تو مائرہ کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آگیا اس کا مسکرانا' اپنائیت سے فرمائشیں کرنا اور بہت کچھ یاد آنے لگا تو حیدر نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

ایک بے چینی تھی جو بڑھ رہی تھی' صرف بڑے ماموں کی ذات تھی' جو اطمینان دلاتی تھی' وہ بہت پر یقین تھے اپنی اور حیدر کی کامیابی کے لیے اور ان کے خیال میں بس اب ایک دو دن ہی کی بات تھی' سو اس نے بھی ساری منفی باتوں کو ذہن سے جھٹکا اور واپس لاؤنج کی طرف آگیا۔

اگلے چوبیس گھنٹے اوپر والی منزل میں سناٹا چھایا رہا۔ ایسی خاموشی کہ نانی کو تو ہول آرہا تھا' ان کی تسلی کے لیے شازیہ اوپر کا چکر بھی لگا کر آئی اور سب ٹھیک ہے۔ کی نانی کو رپورٹ بھی دے دی مگر ان کی تسلی نہیں ہو پائی اور تو اور عارف اور گڈو نے بھی شکل نہیں دکھائی' البتہ اگلی شام مغرب سے ذرا پہلے جب سب گھر والے باہر درختوں کے نیچے بچھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے تھے اور اوپر کی منزل سے وہاں بڑے ماموں کی موجودگی کو بھی کنفرم کر لیا گیا تھا اس وقت گڈو ایک چھوٹی سی پلیٹ میں چار گلاب جامن لیے چلا آیا' اس اطلاع کے ساتھ کہ مائرہ کی بات پکی کر دی گئی ہے شاہ نواز بھائی کے ساتھ۔

"اگلے مہینے کی بائیس کو شادی ہے اور باقی تفصیل آپ کو امی اور ابا بتا دیں گے۔"

اسے جتنی ہدایت دی گئی ہو گی' وہ اتنی ہی بریفنگ دے کر واپس مڑ گیا۔

کیا مقام حیرت تھا۔

سب ہی ہکا بکا سے بیٹھے تھے' سب سے پہلے نانی نے خود کو سنبھالا' وہ شازیہ سے مصر ہوئیں کہ وہ جا کر رئیس احمد اور ان کی بیوی کو نیچے بلا کر لائے۔

"ایک گھر میں رہتے ہوئے انہوں نے کسی مشورے تک کی ضرورت نہیں سمجھی' بلکہ اطلاع دینے کی زحمت بھی خود گوارا نہیں کی' ذرا پوچھوں تو سہی' آخر ہم سے ایسے کون سے قصور سرزد ہوئے ہیں جو اس طرح....."

وہ دل کی بھڑاس نکالتی رہیں' مگر بڑے ماموں نے شازیہ کو اشارے سے اوپر جانے سے منع کر دیا' اماں بولتے بولتے تھک گئیں تو وہ اپنی کرسی سے اٹھے اور ان کے پاس جا بیٹھے۔

نانی کی آنکھیں گیلی ہوئی جا رہی تھیں' نازی نے اٹھ کر انہیں پانی پلایا' پانی پی کر وہ اپنی آنکھیں پھر سے صاف کرنے لگیں۔ ان کے چہرے پر بہت سے دکھ رقم تھے۔

"دل چھوٹا نہ کریں اماں!" بڑے ماموں نے ان کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا۔ "بہت سے ایسے بدنصیب ہوتے ہیں جنہیں محبت کے ان رشتوں پر کبھی اعتبار نہیں آپاتا' وہ زندگی بھر وہم' حسد اور حقیر ترین مصلحتوں کا شکار رہتے ہیں' خدا انہیں توفیق ہی نہیں دیتا کہ وہ زندگی کو اس کی اصل حرارت کے ساتھ

محسوس کر سکیں۔"

بڑے ماموں سارے گھر کے لیے حوصلے کی علامت تھے' کسی بھی پریشان کن صورت حال میں وہ سب کو پر سکون کر دینے کا فن جانتے تھے' اس وقت بھی تھوڑی دیر میں ہی انہوں نے ماحول کو نارمل کر لیا' البتہ اپنی بات کے بیچ میں ہی اٹھ کر جاتے ہوئے حیدر کو انہوں نے نہیں روکا تھا' جانتے تھے کہ اس وقت اسے تنہائی کی ضرورت ہے۔

♥ ♡ ♡ ♥

گرمی کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بادل آتے مگر بنا برسے چلے جاتے خود سے بیزار کرتے حبس بھرے دنوں میں گھر پر ایک دوسرا موسم تیزی سے چھانے لگا تھا۔

شادی کا موسم!

مائرہ کی شادی کی تیاریاں زور پکڑ چکی تھیں' دن ہی کتنے رہ گئے تھے۔ بڑے ماموں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ کسی کو کوئی گلہ یا شکوہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' یہی وجہ تھی کہ جب چھوٹے ماموں نے شرمندہ شرمندہ لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تو انہوں نے تیزی سے ان کی بات کاٹ دی تھی۔

"یہ سب قسمتوں کے فیصلے ہیں رئیس احمد! بہتر ہے کہ اس موضوع پر مزید بات نہ کی جائے۔"

سب سے زیادہ مایوسی چھوٹی مامی کو ہوئی تھی' انہوں نے دل ہی دل میں سسرال والوں کے ہر اعتراض کے جواب میں پوری تقریر تیار کر کے رکھی ہوئی تھی' وہ ساری یونہی ضائع ہوئی۔

"بولتے کس برتے پر' شاہ نواز کے مقابلے میں حیدر کی حیثیت ہی کیا ہے۔" وہ اپنے قریبی ملنے والوں کے سامنے یہ جملہ اکثر دہراتیں۔

دن گویا پر لگا کر اڑے تھے۔

اوپری منزل مہمانوں سے بھرنا شروع ہو گئی تھی' پہلی بار اندازہ ہو رہا تھا کہ چھوٹی مامی کا میکہ کتنا وسیع ہے' شہر کے شہر آنے والے مہمان تو رات گئے تک لوٹ جاتے لیکن دوسرے شہر سے آنے والوں کو تو وہیں قیام کرنا تھا۔ گھر میں اجنبی صورتوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ مختلف عمروں کے بچے' لڑکے لڑکیاں' یہ ساری وہ قوم ہوتی ہے جو ٹک کر بیٹھنا نہیں جانتی' سو نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے ایک مارچ پاسٹ تھا جو جاری رہتا ہی تھا۔

حیدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ گوشۂ تنہائی کہاں سے میسر ہو' جہاں وہ سکون سے اپنے غم کو منا سکے۔

وہ در حقیقت بہت ڈسٹرب تھا۔

جو کچھ ہو رہا تھا' وہ اس قدر اچانک تھا کہ اس کا ذہن قبول نہیں پا رہا تھا' یہی سب اگر کچھ وقفے کے ساتھ انجام پاتا تو شاید وہ اتنے شاک میں نہ آتا۔

اس نے بہت خلوص سے مائرہ کا ساتھ چاہا تھا' اور اب اپنے حسین خواب کو حسرت میں تبدیل ہوتا دیکھنے کے لیے وہ بنفس نفیس یہاں موجود رہنا نہیں چاہتا تھا۔

دوستوں کا ایک گروپ شمالی علاقہ جات کی سیاحت کے لیے جا رہا تھا' اس نے بھی خاموشی سے اپنا پروگرام بنا لیا تھا' مائرہ کی شادی سے ٹھیک دو دن پہلے اس کی روانگی تھی اور اسی دن سب گھر والوں کو اس کے پروگرام سے آگہی ہوئی۔

بڑے ماموں کو خبر ہوئی تو وہ سیدھے اس کے پاس چلے آئے۔

"پاگل ہوئے ہو بھلا یہ بھی کوئی جانے کا موقع ہے' گھر میں اتنا بڑا فنکشن ہے' تم ہی گھر میں بڑے لڑکے ہو' کم از کم اپنی ذمہ داری تو سمجھو۔" وہ در حقیقت اس کے جانے کے خیال سے بوکھلائے جا رہے تھے' پر حیدر کے پاس ان کی ہر تاویل کا جواب تھا' اس کے خیال میں اس کی یہاں رتی برابر بھی ضرورت نہیں تھی' چھوٹی مامی کے بھانجے بھتیجے سارے انتظامات کا چارج سنبھال چکے تھے' ابھی چند دن پہلے مایوں کی تقریب سے اس کی غیر حاضری کا کسی نے بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔

"جیسی تمہاری مرضی؟" بڑے ماموں نے گویا ہار

مان لی "میں ہی نہ جانے بار بار کیوں بھول جاتا ہوں کہ میری بات کی حیثیت ہی کیا ہے۔"

حیدر نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا' ان کی مسکراتی آنکھوں کی چمک ماند تھی' بڑے ماموں محبت اور معصومیت کا خوب صورت امتزاج تھے' خود سے ان کی محبت کا عالم اس سے چھپا ہوا نہیں تھا' مگر اس وقت وہ چاہتے ہوئے بھی ان کی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا تھا' اس لیے خاموش ہی رہا۔

وہ جتنا چڑچڑا ہو رہا تھا' اسے سب ہی نے محسوس کیا تھا لاہور سے ثمینہ باجی بھی پہنچ چکی تھیں' حیدر کو ثمینہ پر بے حد غصہ تھا یا تو مائرہ سے اس کے رشتہ کی بات شروع ہوتے ہی انہوں نے مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا تھا اور اب اسی مائرہ کی شادی میں شرکت کے لیے اتنی دور سے دوڑی چلی آئی تھیں۔

وہ بہانے بہانے ان سے الجھ رہا تھا' گھر کے ماحول میں کسی بڑے بگاڑ کے خدشہ کے پیش نظر امی نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ وہ چند روز کے لیے یہاں سے چلا جائے' سو وہ اسی شام گھر سے چلا آیا' محض چند لوگوں کو اس کے جانے کی اطلاع تھی' وہ چند لوگ جنہیں اس سے محبت تھی' جو اس کی پروا کرتے تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

پچھلی رات بارش کھل کر برسی تھی۔

آسمان ابھی بھی بادلوں سے بھرا ہوا تھا' بڑی مامی نے سویرے ہی ساری کھڑکیاں' دروازے کھول کر پردے سرکائے' گیلی ٹھنڈی ہوا سنسان کمروں سے گزرنے لگی۔

امی نے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے ایک نظر باہر کا منظر دیکھا' سارے ماحول پر ایک دم ہی ہرے رنگ کی حکمرانی چھا گئی تھی سرسبز درخت' گھنی بیلیں' دل کو خوشی سے بھرنے کے لیے اس منظر میں کیا نہیں تھا۔

مگر وہ ایک دم ہی اداس ہونے لگیں' اتنے دن اس بلا کے شور ہنگامے میں جو خیال سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا' آج کے سکون بھرے ماحول میں پوری چبھن کے ساتھ سامنے آ موجود ہوا۔

"نہ جانے کہاں ہو گا۔ کیسے گزارہ ہو گا یہ وقت اس نے؟"

حیدر کا دکھ انہیں اپنے اندر اترتا ہوا محسوس ہوا۔

جانے کے بعد اس کا ایک ہی فون آیا تھا اور اب دس بارہ دن سے کوئی خیر خبر نہیں تھی' آفس سے پتا چلا تھا کہ اس نے پندرہ دن کی چھٹی لی تھی' اس حساب سے اس کے آنے میں اب دو چار دن ہی باقی بچتے تھے۔

"آئیں پھپھو! ناشتہ کریں۔" نازی کی آواز پر انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔

"یہاں اکیلی کیوں کھڑی ہیں۔" وہ ان کے بالکل سامنے آ کھڑی ہوئی "حیدر یاد آ رہا ہے ہے نا؟" اس کے پر یقین انداز پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر پھیل گئی۔

"بے کار ہی میں پریشان ہو رہی ہیں' وہ تو مزے سے گھوم پھر رہا ہو گا' اچھا ہی تو ہوا جو چلا گیا' کتنی سخت گرمی رہی ہے پچھلے ہفتہ اور اوپر سے مائرہ کی بارات اور مہمانوں کا اژدھام اور مہمان بھی کوئی ایسے ویسے' زندگی بھر یاد....."

وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئیں' اسے دھیان بٹانا آتا تھا۔

ناشتہ کی میز پر نانی کے لیے آج کل گھر کے سونے پن کا تذکرہ کرنا لازمی ہوتا تھا' بڑے ماموں اور شازیہ بھی دو دن سے گھر پر نہیں تھے' مائرہ کی سسرال والوں نے ولیمہ ہفتہ دس دن کے گیپ سے رکھا تھا' سو گھر کا یہ سناٹا اس کے سبب تھا بڑے ماموں اور شازیہ اسی میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے اوپر والی منزل تو ظاہر ہے کہ پوری ہی خالی تھی۔

"ابا اور شازیہ آئیں تو کچھ مائرہ کی سسرال کی رپورٹ ملے' مجھے تو بڑا انتظار ہے؟" نازی نے بڑے اشتیاق سے کہا۔

"تمہیں کیا کرنا ہے رپورٹ لے کر؟" بڑی مامی کو اس کی بات اچھی نہیں لگی' خدا سے خیر کی دعا مانگو' بے چاری بچی اتنی دور اجنبی لوگوں میں گئی ہے؟"

"اپنی پوری خوشی اور مرضی سے گئی ہیں بلکہ اس جانے کے لیے باقاعدہ جوڑ توڑ اور جتن کیے ہیں آپ کی اس بے چاری بچی' اور اس کی والدہ محترمہ نے' زمین پر پاؤں نہیں ٹک رہے تھے دونوں کے۔"

وہ اور بھی کچھ کہتی مگر بڑی مامی نے ہیں ہیں کر کے بات بیچ میں ہی کاٹ دی۔ "خوف خدا کرو' یوں کسی کا مذاق اڑاتے ہیں۔"

"خدا کو غرور بھی ناپسند ہے امی! اور چچی اور مائرہ کا تو یہ حال ہے کہ کسی کو اپنے آگے انسان ہی نہیں سمجھتیں' کس کس طرح ذلیل کرتی ہیں دوسروں کو آپ کو معلوم تو ہے۔" نازی کی رائے دوٹوک ہوا کرتی تھی' مائرہ اور اس کی امی کے بارے میں اس کے خیالات بدلنے والے نہیں تھے' بڑی مامی اسے اور کچھ کہتیں مگر ان سے پہلے ہی امی بول پڑیں۔

"غلط تو نہیں کہہ رہی نازی' شادی کے دن تک تو چھوٹی بھابھی کسی کو خاطر میں نہیں لا رہی تھیں' وہ تو کچھ ان کی توقعات کو ٹھیس لگی جب انہیں تھوڑا بہت احساس ہوا۔"

مائرہ کی شادی کے واقعات پھر سے دہرائے جانے لگے۔ شاہ نواز اور اس کے گھر والے چھوٹی مامی کی بہت سی توقعات کو پورا کرنے میں ناکام رہے تھے' جس پر وہ بے حد برہم تھیں اور اپنے غصے کو انہوں نے چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

پیلے پیلے سونے کے بھدے زیورات!

ستاروں سے بھرا ہوا سستا سا شلوار قمیص کا عروسی جوڑا' اور اسی سب سے میچ کرتی ہوئی بقیہ بری۔

"چھوٹی مامی تو یہ سب دیکھ کر غش کھانے کے قریب تھیں' وہ تو شاہ نواز سے نہ جانے کیا کیا امیدیں باندھے ہوئے تھیں' اتنے شارٹ نوٹس پر ہونے والی شادی میں بھی انہوں نے اپنے سارے خاندان کو جمع کرنے کا سبب بھی رشتے داروں سے محبت سے زیادہ ان پر اپنی دھاک بٹھانے کا خیال تھا سو اب سب کے لبوں پر دبی دبی ہنسی کو برداشت کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔"

.....

ان کا شکایت نامہ ان کی بڑی بہن نے سکون سے سنا اور پھر لاپروائی سے بولیں۔

"ہمارے ہاں تو یہی رواج ہے' جو زیور خاندان میں چلا آ رہا ہے وہی آنے والی بہو کو دے دیا جاتا ہے' تمہیں برا لگ رہا ہے تو اپنی بیٹی کو نئے ڈیزائن کے سیٹ دلوا دینا۔"

بات یہیں بس نہیں ہوئی' آگے بھی بہت کچھ تھا۔ رسمیں' حق مہر سب ہی کچھ ان لوگوں نے اپنی مرضی کے مطابق کیا چھوٹی مامی کے زیادہ واویلا کرنے پر ماموں نے زندگی میں پہلی بار انہیں سخت لہجے میں مخاطب کیا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے' اس کی ذمہ دار صرف تم ہو' اب نہ کسی پر الزام دھرنے کی ضرورت ہے اور نہ زمانے کو تماشا دکھانے کی۔"

مائرہ رخصت ہو گئی' چھوٹی مامی کے لیے ڈھیر سارے رنج اور پچھتاوے چھوڑ کر' ولیمہ میں شرکت کے لیے انہوں نے بالکل قریبی دو' چار لوگوں کے سوا کسی کو بھی دعوت نہیں دی' خاندان والوں سے اپنی مزید ہنسی اڑوانے کے لیے وہ بالکل بھی تیار نہیں تھیں۔ بڑے ماموں اور شازیہ اسی شام پہنچ گئے۔

چھوٹے ماموں کی فیملی کی بکنگ اگلے دن کی تھی۔

بڑے ماموں خبروں کو سنسنی خیز بنانے کے گر سے ناواقف تھے' ان کے خیال میں وہاں سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہا تھا۔ "سیدھے سادے شریف لوگ ہیں شاہ نواز کے گھر والے' نہ تو کنجوس ہیں اور نہ ہی مفلس' اپنا اپنا رہن سہن کا انداز ہوتا ہے جس سے جو چاہے مطلب نکال لو اور سچی بات تو یہ کہ مہمان نوازی میں تو وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔"

کسی کو بھی ان کی رائے سے اختلاف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سن سن کر سب ہی سر ہلاتے رہے۔ شازیہ نے البتہ تنہائی میں نازی کو بتایا کہ مائرہ بالکل بھی خوش نہیں ہے' اسے وہ گھر اور گھر والے ذرا بھی پسند نہیں آئے تھے "مائرہ باجی تو اس بری طرح سے اپنی امی سے لڑی ہیں کہ مت پوچھو' بہت مشکل سے انہیں

چپ کیا کہ باہر آواز جا رہی ہو گی۔" اس نے دھیرے دھیرے نازی کو کئی قصے سنا ڈالے۔ دن ایک ایک کر کے گزرے۔

چھوٹے ماموں کی فیملی بھی واپس آ گئی اور حیدر بھی زندگی پرانی نہج پر واپس آ چکی تھی مگر کسی کے لیے سب کچھ بدل چکا تھا اور اس کسی میں حیدر بھی تھا اور چھوٹی مامی بھی۔

چھوٹی مامی کو اپنے غلط فیصلے کا دکھ کھائے جا رہا تھا اور حیدر کو اپنی نارسائی کا، جب سے وہ واپس آیا تھا، بہت بدلا بدلا سا لگتا تھا۔ صبح سے شام تک آفس کی نذر رہتا وہاں سے آ کر نہا دھو کر پھر کسی دوست کی طرف نکل جاتا، گھر میں جو تھوڑا بہت وقت گزرتا وہ سونے یا کچھ پڑھنے میں کٹتا۔

نہ کوئی بحث تکرار نہ کوئی فرمائش، امی کو اس کی بے گانگی سے ہول ہو رہا تھا۔ ان کے بار بار ٹوکنے پر وہ مزید چڑ گیا۔

"کیا ہو رہا ہے مجھے! ٹھیک ٹھاک تو ہوں، بے کار کے وہم مت پالیں" اس کے انداز میں اتنی سرد مہری تھی کہ امی بے چاری چپ کی چپ رہ گئیں۔

بڑے ماموں کا خیال تھا کہ اس کی یہ کیفیت عارضی ہے، کچھ عرصے میں خود ہی نارمل ہو جائے گا۔

وقت سب سے بڑا مرہم ہے، وقت گزرنے کے لیے بھی وقت درکار تھا، سارا مسئلہ فی الحال کا تھا۔

حیدر کو ایسا لگتا تھا کہ چھوٹی مامی اور مائرہ نے اسے ٹھکرا کر جو غم کا پہاڑ اس پر توڑا ہے، اس کا اب کوئی مداوا ممکن نہیں ہے، محض چند دنوں میں ان لوگوں کے سارے اصل قاعدے جس تیزی سے بدلے تھے، اس سے وہ شدید احساس کمتری کا شکار ہو رہا تھا۔ کیا تھا، جس کے بل پر شاہ نواز اسے نیچا دکھا گیا تھا۔

محض پیسہ، جو اتفاق سے شاہ نواز کے پاس اس کی بہ نسبت زیادہ موجود تھا، سو آج کل وہ بھی بہت سنجیدگی سے پیسہ کمانے کے منصوبوں کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔

حیرت انگیز طور پر چھوٹی مامی آج کل نیچے دکھائی دینے لگی تھیں، دن کا زیادہ حصہ وہ نیچے بیٹھی شاہ نواز اور اس کے گھر والوں میں کیڑے نکالا کرتیں، جب سے وہ وہاں سے ہو کر آئی تھیں تب سے ان کی رہی سہی امیدیں بھی ختم ہو چکی تھیں۔

ہر وقت — حویلی کا ذکر تھا، ہم بھی سوچتے نہ جانے کیسی حویلی ہو گی۔ سرخ پتھر کی چاروں طرف سے باغ میں گھری۔

تخیل کے پرواز کی حد بھلا کہاں تھی؟ وہاں تو نہ باغ نہ حویلی چار چھ نیم کے درخت اور جانے کب کا بنا ہوا وہ کچا پکا گھر۔"

"ایسا برا بھی نہیں ہے چچی۔" شازیہ دبی زبان میں بول اٹھی "کافی بڑا گھر ہے اور مائرہ کا کمرہ تو نیا بنا ہوا لگتا ہے۔"

"کوئی نیا ویا نہیں ہے، اٹیچ باتھ روم تک تو ہے نہیں، بس یہ کہہ لو کہ باقی گھر کے مقابلے میں غنیمت ہے پھر سارے چچا، تائے، ماموں اور ان کی اولادیں وہیں موجود ہیں، میری بچی کو کب اتنے ہجوم میں رہنے کی عادت ہے۔" ان کی آواز سچ مچ بھرا گئی۔

سب ہی کو تھوڑا سا جذباتی ہونا پڑا۔ کسی نے دلاسا دیا اور کوئی پانی کا گلاس لینے کے لیے دوڑا نازی خاموشی سے ان کی شکل دیکھتی رہی، انہوں نے پانی پی لیا تو دھیرے سے بولی۔

"ساری غلطی تو آپ کی ہے چچی! اتنی جلدی کیا تھی؟ نہ آپ نے کچھ دیکھا نہ بھالا، کم از کم وہاں جا کر گھر اور گھر والوں کو تو دیکھ لیتے، اب پچھتانے سے کیا حاصل ہے۔" ایک دم ہی خاموشی سی چھا گئی۔

چھوٹی مامی کو ابھی تک یہاں کسی نے بھی مورد الزام نہیں ٹھہرایا تھا، وہ ذرا حیرت سے نازی کو تکنے لگیں۔

سب ہی کو یقین تھا کہ اب اس کی خیر نہیں۔

مگر عجیب سی بات ہوئی کہ انہوں نے نازی کو کچھ بھی نہیں کہا، بلکہ سارا الزام اپنی بڑی بہن کے سر رکھ دیا، جن کے بھروسے پر وہ اتنا بڑا قدم اٹھا چکی تھیں۔

سب نے ہی سکون کا سانس لیا کہ بات ٹل گئی،

چھوٹی مامی کی ذرا ذرا سی بات پر ہنگامہ کھڑا کر دینے کی عادت سے سب واقف تھے۔

جس وقت وہ اوپر جا رہی تھیں' اسی وقت حیدر باہر سے آیا' وہ جاتے جاتے واپس پلٹیں۔

"کہاں غائب رہتے ہو تم اور اوپر آنا تو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے' کچھ ناراضی ہے کیا؟"

حیدر حیرت سے انہیں دیکھنے لگا' آج ان کے لہجے میں بہت دن بعد وہی پرانی اپنائیت موجود تھی۔

"چلو اوپر چلو' بہت دن ہو گئے ہیں تم سے باتیں کیے ہوئے۔" وہ اصرار کرنے لگیں۔

حیدر کو اپنی بے عزتی اچھی طرح یاد تھی اور دوسرے اب اوپر اس کے لیے رکھا بھی کیا تھا؟

اس کے انکار پر بھی ان کا اصرار بڑھنے لگا تو وہ بے دلی سے ان کے ساتھ ہو لیا۔

"سلطانہ بہت بدل گئی ہیں' پریشانیوں نے توڑ کر رکھ دیا ہے۔" بڑی مامی تاسف سے کہنے لگیں۔

امی اور نانی بھی ان کی ہم خیال ہونے لگیں' یہاں نیچے زیادہ تر لوگ ایسے ہی تھے' ذرا سی دیر میں کسی کے بھی اگلے پچھلے سارے قصور بلا تردد معاف کر دیا کرتے تھے۔

حق بات کہنے کے لیے ماحول ہرگز بھی سازگار نہیں تھا' پھر بھی نازی کہے بغیر نہیں رہ سکی۔

"فطرت بدلنے والی چیز نہیں ہوتی نہ چچی بدلی ہیں اور نہ مائرہ دیکھ لیجئے گا' اپنے مطلب کے لیے یہ لوگ ابھی بھی کچھ بھی کر جائیں گی۔"

بڑی مامی غصہ کرنے لگیں' انہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر اس نے از خود یہ مرتبہ کیوں لے رکھا ہے کہ جسے جو چاہے کہہ لے۔

♥ ♡ ♡ ♥

اسی روز جو حیدر نہ چاہتے ہوئے بھی اوپر چلا گیا تھا تو وہ جانا آئندہ کے لیے راہ ہموار کر گیا تھا' راستہ کھلا تو بس کھلا' اس روز تو چھوٹی مامی نے زیادہ وقت اپنی نادانیوں پر اظہار افسوس میں گزارا' لیکن اس کے بعد کی ملاقاتوں میں وہ مائرہ کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کے تذکرہ میں مصروف رہیں۔

"کہاں کراچی کی رونقیں اور کہاں وہ دور افتادہ کچا پکا گاؤں جہاں سارا دن خاک پھانکتے رہو' نہ ڈھنگ سے بیٹھنا نہ اٹھنا' میری بیٹی تو لگتا ہے بڑی بھاری نظر لگی ہے کسی کی' جلنے والے بھی تو بہت تھے اس سے۔"

وہ ناشکرے پن کے ساتھ ساتھ بدگمانیوں پر بھی اتری رہتیں۔

حیدر کا اپنا غم ہلکا پڑنے لگا' اب اسے مائرہ کی بربادی کا احساس زیادہ ستانے لگا' چھوٹی مامی اس کمال کی نقشہ گری کرتیں جیسے کسی دیو کے قبضہ میں کوئی نازک پری قید ہو چکی ہو' اور حیدر جانتا تھا کہ ایسی تمام کہانیوں میں ایک نجات دہندہ ضرور ہوتا ہے۔

چھوٹی مامی نے واضح الفاظ میں تو کچھ نہیں کہا مگر اشارۃً وہ مثلث کے ایسے تیسرے زاویے کی نشاندہی کرنے لگی تھیں۔

مبہم سی باتیں' مستقبل کی دھندلی تصویر!

حیدر کی سمجھ میں کچھ آتا اور کچھ نہیں' وہ خود کیا چاہ رہا ہے' فی الحال اس پر یہ بھی واضح نہیں ہوتا تھا' وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور دن بے حد یکسانیت بھرے تھے۔

اچانک ہی دو باتیں آگے پیچھے اچھی ہوئیں۔

ایک تو کامل بھائی کو جاب کا ملنا اور دوسرے شازیہ کے لیے ایک بہت اچھے رشتے کی آمد'

بڑے ماموں کے قریبی دوست تھے جن کے بیٹے کا رشتہ شازیہ کے لیے آیا تھا' لوگ بے حد اچھے تھے۔

بڑے ماموں کا خیال تھا کہ اصولاً" پہلے نازی کی شادی ہونی چاہیے' انہوں نے ان لوگوں کو ٹالنے کی کوشش بھی کی مگر وہ لوگ بے حد مستقل مزاج نکلے۔

نازی کو بڑے ماموں کے انکار کی اصل وجہ کا اندازہ ہوا تو وہ سر تھام کر رہ گئی' اسے ان سے اس درجہ بے وقوفی کی توقع نہیں تھی۔

"کس قدر بے کار کی بات کا ایشو بنا کر بیٹھے ہیں ابا آپ بھی بھلا کوئی بات بھی ہوئی۔" وہ دھیرے سے سر جھٹک کر ان سے کہہ رہی تھی۔

بڑے ماموں نے ذرا غور سے اس کے چہرے کو دیکھا' وہ ان سے ہمیشہ بے حد نزدیک رہی تھی' ان کی بہت سی عادتیں اس نے لی تھیں۔

"شازیہ کی شادی آپ کو کرنا تو ہے نا! آج نہیں تو کل' تو پھر آج ہی کیوں نہیں' اس موقع کو گنوانے میں دانش مندی نہیں ہے۔"

وہ انہیں جو کچھ سمجھانا چاہ رہی تھی' وہ سمجھ سکتے تھے' کوئی بڑا اعتراض تو انہیں تھا ہی نہیں' لوگ ان کے دیکھے بھالے تھے۔ نازی کو بات منوانے کا ڈھنگ آتا تھا' سو منوا کر ہی اٹھی۔

شازی کو شادی ہو کر باہر چلے جانا تھا اور ان لوگوں نے کسی بھی قسم کے جہیز کے لیے سختی سے منع کر دیا تھا' سو شادیوں کے سلسلے میں پایا جانے والا پریشر بڑی حد تک کم تھا۔

حیدر کو بھی گھر میں دلچسپی لینی پڑ رہی تھی۔

بڑے ماموں نے اس کے ذمہ کئی کام لگا دیے تھے' جو اسے سرانجام دینے پڑ رہے تھے' شادی نزدیکی تاریخوں میں تھی' مصروفیات اس طرح گھیرے تھیں کہ وہ اوپر جانے کا ٹائم نہیں نکال پا رہا تھا۔ اس روز بھی وہ نازی کو لے کر بازار کے لیے نکل رہا تھا کہ عارف چھوٹی مامی کا پیغام لیے چلا آیا۔

"جاؤ جا کر پہلے ان کی بات سن آؤ۔" نازی رک گئی۔

"آ کر سن لوں گا' پہلے ہی بہت دیر ہو رہی ہے۔"

حیدر کو تھوڑا تامل ہوا پر نازی نہ مانی "دو منٹ کے لیے چلے جاؤ۔ کیا پتا کوئی ضروری کام ہو' نہ بھی ہو تو بات سن لینے میں کیا حرج ہے ورنہ وہ خوامخواہ برا مانے بیٹھی رہیں گی۔" حیدر اوپر آیا تو صورت حال سنجیدہ تھی۔

چھوٹی مامی بستر علالت پر تھیں اور ان کا بلڈ پریشر بقول ان کے خطرناک حد تک بڑھا ہوا تھا۔

چھوٹے ماموں گھر پر نہیں تھے' حیدر نے ڈاکٹر کو بلانے کی پیش کش کی تو انہوں نے منع کر دیا "گولی کھالی ہے میں نے۔"

رات کو وہ سب لوگوں کے ساتھ شازیہ کی ہونے والی سسرال گئی تھیں۔ جب تک ٹھیک ٹھاک تھیں' حیدر یہی بات کہہ بیٹھا تو وہ پھٹ پڑیں۔

"غضب ہے خدا کا! ایسی معمولی صورت شکل کی لڑکی کو اتنا اچھا گھرانہ اور اتنا قابل لڑکا مل رہا ہے' ہماری قسمت جانے کہاں سوئی ہوئی تھی جو ہماری ہزاروں میں ایک بچی وہاں رل رہی ہے۔"

وہ جب بھی مائرہ کا ذکر کرتیں' حیدر کے زخم ہرے ہونے لگتے' ان کے منہ سے شرمندگی کا اعتراف سن لینے کے بعد سے تو اسے اپنی بدنصیبی کا اور زیادہ احساس ہونے لگا تھا' اس وقت بھی وہ بھولنے لگا کہ نیچے نازی اس کے انتظار میں بیٹھی ہے' مائرہ کا تذکرہ اس کے اوپر پڑنے والی مصیبتوں کا حال۔

سچی بات تو یہ کہ چھوٹی مامی الفاظ سے تصویر کھینچنے کے فن میں ماہر تھیں اور حیدر کے لیے ان کے زور خطابت کے اثر سے نکلنا کبھی بھی آسان نہیں رہا تھا۔

اس وقت بھی وہ ان کا کہا ایک ایک لفظ پوری توجہ سے ذہن نشین کر رہا تھا کہ انہوں نے ایک عجیب سی بات کہہ ڈالی۔

"اور جو یہ تمہارے بڑے ماموں ہیں' اتنے سیدھے سادے نہیں ہیں' ایک نمبر کے کائیاں ہیں۔"

بڑے ماموں کے لیے دیے جانے والے یہ ریمارکس اس کے لیے یقیناً" تکلیف دہ تھے' لیکن چھوٹی مامی کو ٹوکنا آسان نہیں تھا' وہ جو کچھ کہہ رہی تھیں اسے سننا پڑا "اپنی بیٹی کے لیے کیا شاندار لڑکا ڈھونڈا ہے' مائرہ نظر نہیں آئی تھی' اب نازی کو بھی دیکھنا' تمہارے ہی پلے باندھیں گے' اسی لیے مطمئن بیٹھے ہیں۔"

ان کا یہ قیاس بالکل غلط تھا۔

حیدر نے انہیں بتانا چاہا کہ وہ اس کے سلسلے میں مائرہ کے لیے کس قدر سنجیدہ تھے' مگر انہوں نے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی۔

"رہنے دو بس! کوئی اس طرح رشتے طے کیے جاتے ہیں۔ یونہی رسماً رسمی کہہ کر انہوں نے اپنی جان چھڑائی تھی' برا نہ ماننا حیدر! تمہاری امی' نانی' بہنیں سب ہی

موجود تھیں کسی نے آکر خوشی سے' محبت سے اس رشتے کی چاہ کی؟ ظاہر ہے کہ نیت ہی نہیں تھی ان لوگوں کی۔"

حیدر کو ان کی باتیں کچھ کچھ سچی لگنے لگیں' امی یا شاہینہ باجی وغیرہ نے اس کی مرضی جاننے کے بعد بھی چھوٹی مامی سے تعلقات میں استواری کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

نیچے آتے وقت تک اس کا موڈ اس حد تک خراب ہو چکا تھا کہ انتظار میں بیٹھی نازی کو صاف جواب دے کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اس کے دل کی بربادی میں اس کے اپنوں کا ہاتھ ہے' سب کے سب مفاد پرست ہیں' چھوٹی مامی کا ایک ایک لفظ سچائی پر مبنی تھا اور بڑے ماموں کی ساری نوازشوں کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے کہ نازی جیسی معمولی شکل والی بدزبان لڑکی کا مستقبل محفوظ کر لیا جائے اور اس کے لیے وہ بہت صبر کے ساتھ وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔

بدگمانیوں کے بادل ویسے ہی گھرے تھے' رات گئے امی کے صرف اتنا پوچھ لینے پر کہ وہ چپ چپ سا کیوں ہے وہ ان پر برس پڑا۔

چھوٹی مامی کے سارے ارشادات عالیہ اس کی زبانی سنتے ہوئے دکھ کے ایک ناقابل بیان احساس کو انہوں نے اپنے سارے وجود کے ساتھ محسوس کیا اور جب وہ خاموش ہوا تو اس کے چہرے پر جہاں اپنائیت کی کوئی ہلکی سی رمق بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی' نگاہ جماتے ہوئے وہ بولیں۔

"اس وقت سے ڈرو حیدر! جب وقت تمہیں اپنا سبق پڑھائے گا اپنوں کے خلوص اور محبت کو تم کبھی پہچان ہی نہیں سکے' بے فکر رہو یہاں کوئی تم سے نازی کی شادی کرنے کے لیے مرا نہیں جا رہا ہے' تم جیسے بدنصیب اس کے قابل بھی کہاں ہیں؟"

وہ سانس لینے کے لیے پل بھر کے لیے رکیں' ان کے چہرے پر زردی سی پھیل رہی تھی' مگر حیدر ان کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا' دروازے کی جانب رخ موڑے وہ یونہی بے نیاز سا کھڑا رہا۔

"شاہینہ کی سسرال والے نازی کے لیے خواہش مند ہیں' سہیل کو جاب مل گئی ہے' شازیہ کی شادی ہو جائے تو یہ رشتہ بھی انشاء اللہ طے پا جائے گا۔" انہیں مزید کچھ اور نہیں کہنا تھا' ہلکے ہلکے قدموں سے چلتی ہوئی وہ اس کے پاس سے گزر کر اپنے کمرے کی جانب چلی گئیں۔

حیدر کو ماننا پڑا کہ شاہینہ کو نازی سے مثالی محبت ہے' پر اس طرف سے تسلی ہو جانے کے بعد بھی اس کے رویے میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی' وہ یونہی روٹھا روٹھا سا نظر آتا' گھر والوں کے درمیان ہوتے ہوئے بھی الگ تھلگ۔

امی دن بدن کتنی کمزور اور خاموش ہوتی جا رہی تھیں' یا ماموں جان اکیلے ہی کتنی ذمہ داریوں کو نبھا رہے تھے' اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا' دکھائی دیتا بھی کیسے' اس کے خواب ضرور ٹوٹے تھے مگر آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

اپنے گرد و پیش میں بڑی تبدیلی کا احساس اسے شازیہ کی شادی سے ٹھیک ایک دن پہلے ہوا' جب مائرہ اور شاہ نواز پہنچے۔

وہ کتنی ہی دیر تک چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

وہ کافی بدلی ہوئی لگتی تھی' رنگت کافی کم ہو گئی تھی اور وزن خاصا بڑھ چکا تھا۔

ابھی سب لوگ نیچے ہی جمع تھے' ٹینا کہہ بیٹھی "کیا ہو گیا ہے مائرہ باجی' اتنی موٹی ہو رہی ہو' رحم کرو خود پر۔"

"گاؤں کی خالص غذا کھا رہی ہے' موٹا تو ہونا ہی ہے اسے۔"

نازی کے برجستہ کہنے پر سب ہی مسکرا دیے' شاہ نواز سب سے زیادہ خوش ہوا' اسے نازی کے ریمارکس میں اپنی تعریف کا پہلو نظر آیا۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔ روزانہ خالص مکھن ناشتے میں کھاتی ہیں' دیسی انڈے' دیسی گھی' کس چیز کی

کمی ہے وہاں پر۔"

چھوٹی مامی کو ٹینا پر غصہ آ رہا تھا اور اس سے زیادہ نازی پر۔ شاہ نواز کی خود ستائی پر مزید ضبط نہ کر سکیں' جل کر بولیں۔

"میری بچی گھر سے بھی کھاتی پیتی ہی گئی تھی' مجھے تو لگتا ہے کہ اللہ نہ کرے کوئی بیماری ہے' سارے جسم پر ورم ہے' رنگ دیکھو کس قدر کم ہو گیا ہے' میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلنا۔"

ان کے اظہار خیال پر ازراہ مروت بڑی مامی نے بھی تشویش ظاہر کی' باقی کسی نے پروا تک نہیں کی' وہ دن ہی ایسا مصروف اور ہنگاموں سے بھرپور تھا۔

حیدر کی خاموشی کو مائرہ نے بھی نوٹ کیا اور شاہ نواز نے بھی' ان دونوں کے استفسار پر وہ تھوڑا سا سنبھلا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے' بس آپ لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں۔"

"ہم لوگ بھلا کون سی ایسی دلچسپ باتیں کر رہے ہیں۔" شاہ نواز طنزیہ ہنسی ہنسا۔

حیدر کو لگا جیسے وہ کچھ جتا رہا ہو۔

شاہ نواز سے اسے پہلے دن سے چڑ ہو چکی تھی' اور مائرہ سے شادی کرنے کے بعد تو وہ اس کے نزدیک ناقابل معافی مجرم بن چکا تھا' اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے وہ مائرہ کے نزدیک پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آئیں کیوں نہیں تھیں اتنے مہینوں سے۔"

"میں نہیں آئی تھی تو کون سا یہاں سے کوئی مجھے لینے آ گیا۔" شکوہ جواب شکوہ کا سلسلہ شروع ہوا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔" حیدر کو اس کی کہی بات سے سرتابی کی مجال پہلے بھی کبھی نہیں ہوئی تھی "مگر مجھ سے کوئی کہتا تو آ تا نا!"

"ہوں!" مائرہ نے آگے کچھ کہنا چاہا مگر شاہ نواز آ کر سر پر کھڑا ہو گیا۔

"ذرا چل کر میرے کپڑے نکال دو۔"

"نکال دوں گی! ایسی بھی کیا جلدی ہے' تھوڑی دیر بیٹھنے تو دیں۔"

اس نے لاپروائی سے جواب دیا' فی الحال اس کی ساری توجہ حیدر کی طرف تھی' شاہ نواز کی طبیعت ذرا اور طرح کی تھی' اس طرح دو ٹوک جواب سننے کی اسے بالکل بھی عادت نہیں تھی۔

"مجھے نہانا ہے اور پھر یہاں مہمان بھی آنا شروع ہو جائیں گے تمہاری فضول باتوں کے لیے چار دن پڑے ہیں' کرتی رہنا اطمینان سے۔" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔

"کتنے دن بعد بچی آئی ہے' ذرا دیر اسے اپنوں کے ساتھ بیٹھنے دو' کپڑے کہیں بھاگے تو نہیں جا رہے۔" چھوٹی مامی کی مداخلت لازمی تھی۔

شاہ نواز کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا' پر خیر ہوئی کہ اسی وقت بڑے ماموں وہاں چلے آئے' شاہ نواز ان سے ملنے کے لیے آگے بڑھ گیا' وہ ان لوگوں کے آنے پر خوشی اور تشکر کا اظہار کرنے لگے' شاہ نواز کا موڈ بھی یکدم بدل گیا۔

"کیوں شرمندہ کر رہے ہیں! میرا بھی تو کچھ فرض بنتا ہے نا۔"

اب معلوم نہیں کہ وہ حقیقت میں بھی اتنا مودب تھا' جتنا خود کو اس وقت ظاہر کر رہا تھا۔

چھوٹی مامی نے اس کی طرف سے توجہ ہٹالی تھی' حیدر کو چند روز پہلے آفس کی طرف سے گاڑی ملی تھی' وہ مائرہ کو اس کی تفصیل سنانے میں لگی تھیں' حیدر کی یہ سرپرائزنگ ترقی مائرہ اور مامی دونوں کے لیے قابل رشک تھی' اس کا اظہار ان کے لہجے سے بھی ہو رہا تھا۔

حیدر اس وقت خود کو بہت معتبر محسوس کر رہا تھا۔

شاہ نواز کو اپنے کپڑے پھر یاد آ گئے تھے' مگر اس بار وہ کچھ کہنے کے بجائے مائرہ پر ایک سخت نگاہ ڈالتا ہوا اوپر چلا گیا۔

شاہینہ وہیں بیٹھی تھی اسے مائرہ کا رویہ اچھا نہیں لگا اور اس نے اس سے کہہ بھی دیا "شاہ نواز اوپر گئے ہیں مائرہ! تم جا کر ان سے پوچھو۔ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

مائرہ نے نگاہ اٹھا کر ان کی جانب دیکھا اور تیکھے

انداز میں بولی۔
"ضرورت ہو گی تو خود بھی لے سکتے ہیں۔ میں غلاموں کی طرح پیچھے پیچھے تو پھرنے سے رہی۔"
شاہینہ ششدر سی اس کی طرف دیکھنے لگی' پھر خود پر قابو پاتے ہوئے اس نے تھوڑا سا سمجھانا چاہا تو چھوٹی مامی بالکل ہی آؤٹ ہو گئیں۔
"رہنے دو بی بی! اپنی نصیحتیں' اچھی طرح معلوم ہے کہ اصل میں تمہیں اس کا یہاں بیٹھنا کیوں برا لگ رہا ہے۔ تم لوگوں کے دل میں جو بغض چھپا ہے' اس کی وجہ سے میری بیٹی کو یہاں سے اتنی دور جانا پڑا ہے' ورنہ گھر کے گھر میں برائی کیا تھی' اب بھی چین نہیں ہے....."
ماحول ایک دم ہی بدل گیا قریب کے جو رشتے دار گھر میں جمع تھے' ان کے لیے ان سائڈ اسٹوری" یقیناً" دلچسپ تھی' ایک ایک کر کے سب ہی لاؤنج میں جمع ہونے لگے۔
بڑی مامی نے بہت مشکل سے چھوٹی مامی کو ہاتھ جوڑ کر خاموش کرایا۔
حیدر اس ہنگامہ میں خود ہی خاموشی سے اٹھ کر باہر چلا گیا تھا۔ چھوٹی مامی نے جو باور کرایا تھا' وہ اس کی سمجھ میں آگیا تھا' شاہینہ کو محض مائرہ کا اس سے باتیں کرنا کھلا تھا۔
گھر والوں پر عائد فرد جرم مزید طویل ہوئی۔
اندر آنسو صاف کرتی شاہینہ کو نازی' دھیرے دھیرے سمجھانے میں لگی تھی۔
"آپ بے کار میں دل پر لے رہی ہیں' چچی اور مائرہ تو دیکھیے گا اس شادی میں کتنی بار اس طرح کے سین کری ایٹ کریں گی' ان کے ہاتھ تو سنہری موقع آیا ہے۔ سارا خاندان جمع ہے۔"
حیرت کی بات تھی کہ سارے معاملے میں امی بالکل لاتعلق سی بیٹھی رہیں۔ انہوں نے نہ تو چھوٹی مامی اور مائرہ کو کچھ کہا اور نہ ہی شاہینہ کو تسلی دی' یونہی خالی خالی نگاہوں سے دیکھتی رہیں' یقیناً" سن بھی رہی ہوں گی۔
ان بے حد مصروف دنوں میں کسی کا بھی دھیان اس طرف نہیں جا رہا تھا کہ وہ اس قدر خاموش کیوں رہنے لگی ہیں۔
شادی کے یہ دو دن ہنگاموں سے بھرپور تھے۔
رسومات کے سلسلے تو اپنی جگہ مگر چھوٹی مامی اور مائرہ کے بارے میں نازی کی پیشن گوئی بھی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی' دونوں ہی ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ اٹھائے رکھا کرتی تھیں' ذرا ذرا سی بات پر خفگی کا اظہار ماحول کو بار بار خراب کرتا رہا۔
مائرہ اور شاہ نواز کے درمیان پائی جانے والی کشیدگی بھی پوری مشکلات کے ساتھ سامنے آئی' دونوں ہی اظہار خیال میں کسی قسم کی مروت برتنے کے قائل نہیں تھے۔ مائرہ کی کم گوئی کے بارے میں جس جس کو بھی کوئی شبہ تھا۔ وہ یقین میں بدلا' رہی سہی کسر چھوٹی مامی پوری کرتیں' سارا خاندان جمع تھا' وہ سب کے بیچ میں بیٹھ کر مائرہ کے ساتھ سسرال میں ہونے والی زیادتیوں کا ذکر بے حد دل لگا کر کرتی رہیں۔
کچھ واقعی یقین کر بیٹھتے اور جو ذرا عقل مند قسم کے تھے' سمجھ لیتے کہ اس میں کتنا کچھ محض زیب داستان کے لیے ہے' بہرحال ایک بات پر جاتے جاتے سب ہی متفق تھے کہ یہ شادی چلنے والی نہیں ہے' اور اس کے ٹوٹنے کی خبر سننے کے لیے انہیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔
ابھی ابھی کچھ دیر پہلے ہونے والا معرکہ اس سلسلے کی شاید آخری کڑی تھا۔
شاہ نواز اچھا خاصا اودھم مچا کر اکیلا ہی واپس روانہ ہو گیا تھا۔
شازیہ کے ولیمے کے بعد کا دوسرا دن تھا' سب ہی مہمان جا چکے تھے' اور میزبان بے چارے ایک تھکا دینے والے دور کے بعد آج صرف اور صرف آرام کے موڈ میں تھے' اوپر کی منزل میں مائرہ اور شاہ نواز ٹھہرے ہوئے تھے سب کو معلوم تھا کہ آج شام کی ٹرین سے وہ لوگ بھی روانہ ہو جائیں گے' مگر اس طے شدہ پروگرام میں صبح سے ہی دراڑیں پڑنے لگیں۔

مائرہ' چھوٹی مامی اور شاہ نواز کی آوازیں اتنی بلند تھیں کہ سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر سب ہی کچھ صاف صاف سنا جا سکتا تھا۔

مامی نے مائرہ کو بھیجنے سے صاف انکار کر دیا تھا' ایک طویل شرائط نامہ تھا' جس کی سب سے اہم شق شاہ نواز کا کراچی میں شفٹ ہونا اور یہاں کاروبار سیٹل کرنا تھا اور وہ جواباً" کچھ بھی سننے کا روادار نہیں تھا ایک طویل ناخوشگوار اور لاحاصل بحث کے بعد وہ دھڑ دھڑ کرتا سیڑھیوں سے اترا' اوپر سے کسی نے بھی اس کے پیچھے آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی' مین گیٹ کی طرف جانے سے پہلے وہ لاؤنج میں کھڑے حیران پریشان سے بڑے ماموں کے پاس آیا۔

"اجازت چاہتا ہوں' معلوم نہیں زندگی میں پھر کبھی آپ سب سے ملاقات ہو نہ ہو' کچھ کہنا مشکل ہی ہے۔" ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی "فی الحال تو واپسی کا راستہ بھول ہی جانا چاہتا ہوں۔"

اپنی بات ختم کر کے وہ تیزی سے گیٹ کی طرف مڑ گیا بڑے ماموں بوکھلائے بوکھلائے سے اس کے پیچھے اس کی ناراضی ختم کرنے کی نیت سے گئے بھی' پر وہ بہت احترام سے انہیں خدا حافظ کہہ کر روانہ ہو گیا۔

ایک اعصاب شکن خاموشی سارے گھر میں پھیلتی محسوس ہو رہی تھی' شاہ نواز کے تیور اچھے نہیں تھے اور آنے والی قیامت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔

بڑی مامی کا خیال تھا کہ "ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا سائرہ کو اس کی سسرال چھوڑ کر آیا جا سکتا ہے۔" مگر اس سیدھی سادی تجویز کو عملی جامہ پہنانا کس قدر ناممکن ہے' یہ سب ہی جانتے تھے۔

بڑے ماموں بے حد متفکر اور رنجیدہ تھے' سب سے زیادہ افسوس انہیں اپنے بھائی کی کم ہمتی پر تھا' معلوم نہیں آگے کیا ہونا تھا! امی بہت دیر سے ایک ہی جگہ بیٹھی تھیں' جب کرسی سے اٹھنے لگیں تو ایک دم ہی نہ جانے کیا ہوا کہ چکرا کر فرش پر گر پڑیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

نازی کمرے میں داخل ہوئی اور ادھر ادھر توجہ دیے بغیر سیدھی امی کے بیڈ کی طرف بڑھ گئی' ہاتھ میں تھامی ہوئی ٹرے اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور تکیوں کی مدد سے انہیں تھوڑا اوپر کر کے بٹھانے لگی۔

حیدر تیزی سے اس کی مدد کے لیے آگے بڑھا' انہیں بٹھا کر وہ واپس اسی جگہ پر آ گیا جہاں وہ کافی دیر سے بیٹھا تھا۔

نازی جتنی دیر میں انہیں سوپ پلا کر اور دوائیں کھلا کر فارغ ہوئی وہ پوری توجہ سے اس منظر کو دیکھے گیا' چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے وہ دھیرے دھیرے ان سے باتیں کرتے ہوئے بہت سکون اور اطمینان سے اپنا کام سرانجام دے رہی تھی' اپنا کام ختم کر کے وہ اسی اطمینان سے باہر نکل گئی' اس سارے وقفے میں اس نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر حیدر کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اس کے جانے کے بعد کمرے میں چھائی ہوئی خاموشی کا احساس اور بھی گہرا ہونے لگا تھا' حیدر امی کے بیڈ کے کنارے پر آ بیٹھا' ان کی آنکھیں بند تھیں' حیدر کی موجودگی کو محسوس کر کے بھی انہوں نے آنکھیں کھولنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی' حیدر خاموشی سے ان کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا' وہ بے حد کمزور ہو چکی تھیں' اس دو ماہ کی بیماری کو جھیلنا آسان نہ تھا' اچھے علاج اور بے حد توجہ کے باوجود ان کی صحت یابی کی طرف لوٹنے کی رفتار سست تھی۔

حیدر نے ہلکے سے ان کے سفید و ملائم کمزور سے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا' تو انہوں نے دوسرے ہی لمحے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

باوجود ضبط کے حیدر کی آنکھوں میں پانی آنے لگا۔ ایسا پچھلے دو ماہ سے ہو رہا تھا۔ وہ ان سے بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا' ان سے معافی مانگنا چاہتا تھا' انہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ ان سے کتنی زیادہ محبت کرتا ہے' مگر یہ سب کہنا اب آسان نہیں تھا' ڈاکٹروں کی ہدایت تھی کہ فی الحال انہیں کسی بھی قسم کی جذباتی صورت حال

سے دوچار کرنے سے سختی سے پرہیز کیا جائے' چند لمحے وہ وہیں بیٹھا بے بسی سے ان کی شکل دیکھتا رہا۔

کمرے میں نانی اور بڑی مامی آ گئیں تو وہ خاموشی سے باہر نکل آیا' باہر کے صحن میں درختوں تلے کرسیاں اسی طرح ترتیب سے رکھی تھیں' حیدر کو بے اختیار شازیہ یاد آ گئی' یہاں بیٹھ کر چائے پینے کا آئیڈیا اسے ہی سوجھا کرتا تھا' شام کی چائے پر وہ اکثر بڑے اہتمام کرتی تھی' اس کے جانے کے بعد وہ لوگ یہاں اکٹھے بیٹھ ہی نہیں سکے' شازیہ کی شادی کے فوراً" بعد ہی امی کی بیماری کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

تھکے تھکے انداز میں وہ وہیں پر بیٹھ گیا۔

امی کی بیماری کے یہ دو ماہ اس کے لیے اعصاب شکن ثابت ہوئے تھے' جس دن امی گری تھیں' اس روز سے لے کر آج تک وہ خود کو پل بھر کے لیے بھی معاف نہیں کر سکا تھا۔

ان کا بلڈ پریشر نہ جانے کتنے روز سے ہائی رہ رہا تھا' اس دن صورت حال بالکل ہی قابو سے باہر ہو گئی' بے ہوشی کی حالت میں ہاسپٹل لے جا کر پتا چلا کہ انہیں فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ گھر والے کس قیامت کی پریشانی سے گزرے' امی کا ہاسپٹل پہنچنا' ڈاکٹرز کی بھاگ دوڑ' کامل بھائی اور سہیل کا اطلاع ملنے پر فوری ہاسپٹل پہنچنا' ان سب ہی باتوں سے وہ سارا دن لاعلم ہی رہا تھا کیونکہ چھوٹی مامی کے حکم کی تعمیل میں وہ گڈو ٹینا اور عارف کو سی سائڈ لے کر گیا ہوا تھا' سہ پہر کو وہاں سے واپسی میں گھر میں نیچے کسی کو بھی نہ پا کر اسے تھوڑی سی حیرت تو ہوئی تھی مگر چھوٹی مامی نے یہ کہہ کر کہ سب کے سب کسی عزیز رشتے دار کے ہاں یا شازیہ کے گھر سسرال جا سکتے ہیں' اسے مطمئن کر دیا تھا۔

یہ وہی دن تھا' جس دن شاہ نواز وہاں سے لڑ جھگڑ کر رخصت ہوا تھا' سو چھوٹی مامی کے اپنے پاس زیادہ توجہ طلب مسئلہ تھا' مائرہ اپ سیٹ تھی اور اس کا موڈ بحال کرنے کے لیے حیدر کی کمپنی سے بہتر کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی تھی۔

پہلی بار انہوں نے مائرہ کو اس کے ساتھ تنہا ڈرائیو پر بھیجا تھا' حیدر خوش تھا' بے تحاشا خوش! اس نے اور مائرہ نے ڈھیر ساری باتیں کر ڈالی تھیں' مائرہ شرمندہ تھی اور اپنی شرمندگی کا اس نے اظہار بھی بار بار کیا۔

حیدر کی ساری کدورتیں دھلتی رہیں' وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا' رات کا کھانا باہر ہی کھایا گیا' بہت خوشگوار موڈ میں جب وہ لوگ گھر لوٹے تو نانی آ چکی تھیں اور حیدر کے انتظار میں صحن میں ہی بیٹھی تھیں!

گاڑی کو دوڑاتا ہوا وہ جس وقت ہاسپٹل پہنچا' امی کو آئی سی یو میں داخل ہوئے دس گھنٹے سے زیادہ وقت بیت چکا تھا' ان کے پاس کسی کے بھی رکنے کی اجازت نہیں تھی' مگر ہاسپٹل کے کمپاؤنڈ میں وہ سب کے سب لوگ موجود تھے جو ان سے محبت کرتے تھے۔

گو اسے کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا' مگر شرمندگی کا وہ احساس جس سے اسے اس وقت دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس کی شدت روز بروز بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

نازی چلتی ہوئی باہر آئی' وہ چادر اوڑھے ہوئے تھی اور پرس ہاتھ میں تھا۔

"پھپھو کی دوائیں لینی ہیں۔"

حیدر کے پوچھنے پر مختصر جواب ملا تو وہ مستعدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے دو' میں لے کر آتا ہوں۔"

نازی نے خاموشی سے اسے پرچہ تھمایا اور واپس اندر مڑ گئی۔

وہ اب بہت خاموش رہنے لگی تھی' اتنی کہ بڑی مامی جو کہ اس کے ہر وقت بولنے سے عاجز رہتی تھیں اب اس کی خاموشی سے پریشان تھیں' سوائے امی کے وہ کسی سے بھی تفصیلاً" بات کرتی نظر نہیں آئی اور حیدر سے تو قطعی نہیں'

وہ گھنٹوں اپنی کوتاہیوں پر غور کرتا' امی جیسی باہمت اور صابر ہستی کو اس بے بسی کے عالم میں دیکھنا اس کے لیے بے حد تکلیف دہ تھا اور اس پر یہ احساس کہ انہیں اس حال میں پہنچانے کی بڑی حد تک ذمہ داری

خود اس کے اوپر تھی۔

دن تسبیح کے دانوں کی مانند خاموشی بھرے انداز میں گرتے چلے جا رہے تھے۔

نازی جس سینٹر میں جاب کر رہی تھی' وہاں کام بڑھتا چلا جا رہا تھا' نازی کے ذمہ کئی کلاسز تھیں' اگرچہ امی کی وجہ سے وہ ایکسٹرا کلاسز لینے سے ہمیشہ ہی انکاری رہتی پر کبھی کبھی ایمرجنسی میں یہ کام بھی کرنا پڑتا۔ اسی روز بھی ایسا ہی ہوا۔

صدف اس کے ساتھ پچھلے کئی ماہ سے اسی سینٹر میں کام کر رہی تھی' اچھی لڑکی تھی' نازی سے اس کی دوستی خاصی گہری ہو چلی تھی' رشتے داروں میں کسی انتقال کی خبر پر اسے اچانک ہی گھر والوں کے ساتھ میرپور خاص جانا پڑ گیا۔

صدف اسکرین پرنٹنگ' ریزن فومک اور ایسے ہی دو چار اور فنون کی کلاس لیتی تھی' اس کے اس طرح جانے سے اس کی کلاسز کو ڈسٹرب ہونا ہی تھا' جو انچارج کو ذرا بھی گوارا نہیں تھا' ان کے اپنے اصول قاعدے تھے' جن میں کسی سے بھی انحراف کرنا' ان کے نزدیک ادارے کی ریپوٹیشن کو تباہ کرنا تھا' سو کلاسز کو کسی قیمت ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا' فوری طور پر کون سی ٹیچر ملنی تھی؟ قرعہ فال نازی کے نام ہی نکلا۔

یہ اطلاع اسے وہیں پہنچ کر ملی' بحث کا کوئی فائدہ نہیں تھا پھر اتنے عرصے کے تعلقات میں مروت بھی حائل ہوتی تھی' اس نے گھر فون کر کے یہ تازہ صورت حال بتائی۔

فون حیدر نے ریسیو کیا۔

"پھپھو کو ساڑھے چھ بجے دوا دینی ہے' مگر اس سے پہلے سوپ پلا دینا ہے' میں بنا کر رکھ آئی ہوں اس کے بعد ان کی پنڈلیوں کی مالش کرنا ہے' امی کو یاد دلا دینا' ویسے تو انہیں خود بھی یاد رہتا ہے۔"

حیدر مستعدی سے اس کی ہدایات ذہن نشین کرتا رہا۔

"اور ہاں! ان سے کہنا کہ وہ گھر پر ہی رہیں' کہیں پھپھو کو بی بیڈ پین کی ضرورت پڑ جائے' میں جلد سے جلد آنے کی کوشش کروں گی' اچھا۔"

حیدر اسے اطمینان دلاتا رہا' یہ نہ بتایا کہ بڑی مامی ابھی ابھی اپنی بہن کے ساتھ بازار جانے کے لیے نکلی ہیں' وہ بے چاری بھی جانا کب چاہ رہی تھیں مگر ان کی بہن کو کچھ کام تھا جس میں وہ بڑی مامی کی شمولیت کو ضروری خیال کر رہی تھیں' کچھ حیدر کے زور دینے پر اور کچھ اس خیال سے کہ ایک' دو گھنٹے تک نازی بھی آ جائے گی وہ چلی گئیں فون رکھ کر وہ امی کے کمرے کی طرف چلا آیا۔

وہ سو رہی تھیں۔

چند لمحے بہت خاموشی سے وہ ان کی طرف دیکھے گیا' پتا ہی نہیں چلا کہ کب آنکھیں گیلی ہو گئیں۔ ہتھیلی سے آنکھیں صاف کرتا ہوا وہ باہر آ گیا گھر میں بڑا سناٹا تھا' نانی بھی سو گئی تھیں شاید' وہ بہت اکیلا سا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

اوپر کی منزل سے ٹینا' عارف اور گڈو کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں' ان تینوں کی ہر وقت ہی ٹھنی رہتی تھی۔ بدتمیزیوں پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی' اس لیے روز افزوں ترقی کر رہے تھے۔

حیدر نے سوچا کہ اگر پہلے جیسا ماحول ہوتا تو وہ اس وقت یقیناً" اوپر بیٹھا چھوٹی مامی اور مائرہ کی کمپنی کو انجوائے کر رہا ہوتا' پر اب ایسا نہیں تھا۔

امی کی بیماری سے چھوٹی مامی کی طرف سے خود بخود ہی دل میں بڑی مضبوط گرہ پڑ گئی تھی۔

امی کے گھر آ جانے کے بعد ایک دن نانی یونہی باتوں میں کہہ گئیں کہ امی کو ہاسپٹل لے جاتے ہوئے چھوٹی مامی کو بتا دیا گیا تھا۔

حیدر یہ سن کر بہت شاکڈ ہوا تھا' اب تک تو وہ یہ سمجھے ہوا تھا کہ سارا کھیل لاعلمی کا تھا' چھوٹی مامی کو پتا ہوتا تو وہ مائرہ کو اس کے ساتھ کیوں ڈرائیو پر بھیجنے لگی تھیں۔

چھوٹی مامی سے جواب طلبی کیے بغیر وہ رہ نہ سکا۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ اتنی زیادہ طبیعت خراب ہے' میں تو سمجھ رہی تھی کہ بس ایسے ہی ڈاکٹر کو

دکھانے کے لیے لے جا رہے ہیں۔"

اس کے تیور دیکھ کر وہ گڑبڑا گئیں۔

"تو ڈاکٹر کے ہاں جانا بھی کوئی اہمیت تو رکھتا ہے نا' یونہی کوئی شوقیہ تو نہیں چلا جاتا' اصل بات تو یہ ہے کہ آپ کے دل میں محبت تو کیا ہمدردی بھی نہیں ہے ان کے لیے' آج پتا چلا کہ وہ سب لوگ آپ کے بارے میں صحیح رائے رکھتے ہیں۔"

وہ بے حد جذباتی ہو رہا تھا۔

چھوٹی مامی نے ساری بات میں سے حسب عادت اپنے مطلب کی بات پکڑ لی۔

"سب لوگ۔" پیٹھ پیچھے انہیں یقیناً" کیا کچھ کہتے ہوں گے' اس بات کو لے کر وہ جتنا واویلا کر سکتی تھیں' کیا۔

حیدر بھی خاموش نہیں رہا۔

مائرہ نے بیچ بچاؤ کرنے کی پوری کوشش کی' مگر ناکام رہی۔ آوازیں سن کر بڑے ماموں بھی نیچے سے آ گئے اور حیدر کو ڈانٹ ڈپٹ کر نیچے لے گئے' دو پرانے اتحادیوں میں بڑے بھونڈے طریقے سے رنجش پیدا ہوئی۔

ماحول کو نارمل کرنے کی مائرہ نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی پر حیدر نے اب اوپر جانا بالکل چھوڑ دیا تھا' ہاں مائرہ آتی رہتی تھی اور حیدر کی ناراضی کے بعد تو وہ دن میں تین چار بار ضرور چکر لگا لیتی تھی' اس وقت بھی اس نے ٹیرس پر سے حیدر کو تنہا بیٹھے دیکھ لیا تھا۔

"یہ لیں چائے پئیں۔" وہ چائے کا مگ تھامے کھڑی تھی۔

چائے اور مائرہ کی ایک ساتھ آمد اسے بہت اچھی لگی' وہ ایک دم ہی مسکرا دیا۔

"بہت خاموشی ہے کہاں گئے ہیں سب؟ اس نے نزدیکی کرسی پر بیٹھتے ہوئے معلومات حاصل کرنا چاہیں۔

حیدر نے مختصراً" سب کی مصروفیات سے آگاہ کیا۔

"نازی کے خوب مزے ہیں' تفریح کی تفریح اور پیسہ الگ۔"

مائرہ نازی کی خیر خواہی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی' پر حیدر اب پہلے کی طرح ہاں میں ہاں نہ ملا سکا۔

"ایسی بات نہیں ہے' گھر کی بہت ذمہ داریاں شیئر کر رکھی ہیں اس نے' مہنگائی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔"

مائرہ کے لیے اپنے خیالات چھپانا ناممکنات میں سے تھا پھنکتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیا بات ہے' بڑی طرف داری ہو رہی ہے نازی کی!"

حیدر کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی' کچھ بھی تھا۔ مائرہ کی کوئی بات آج بھی بری نہیں لگتی تھی۔

"کوئی طرفداری نہیں ہو رہی' اچھا چھوڑو اس بات کو' شاہ نواز کا کوئی فون آیا' کیا کہہ رہا ہے اب؟"

"وہی تین چار دن پہلے آیا تھا' میں تو بات کرتی نہیں ہوں۔ امی ہی کرتی ہیں۔"

تین چار دن پہلے والے فون کی تفصیل حیدر کو معلوم تھی' اس کی ساری دلچسپی "آئندہ" کے بارے میں تھی۔

"پھر کیا سوچا ہے اب! کب تک اس معاملے کو لٹکائے رکھنا ہے؟"

"جلد ہی فیصلہ ہو جائے گا' امی نے شرائط ہی اتنی کڑی رکھ دی ہیں کہ واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"پر شاہ نواز اتنی آسانی سے ہار بھی تو نہیں مانے گا نا۔"

"ماننا پڑے گی' امی بہت مضبوط ہیں' وہ جسے جھکانا چاہتی ہیں جھکا لیتی ہیں' ان سے ایک غلط فیصلہ ہوا ضرور ہے مگر اب وہ اس کا ازالہ کر کے چھوڑیں گی۔"

مائرہ کو اپنی ماں پر بے حد فخر تھا۔

"اور ان کے غلط فیصلے کا عذاب اس کے دل نے کس طور جھیلا ہے۔" حیدر نے سوچا۔

"ایک تو وہ آپ کی طرف سے بھی سخت مشکوک ہو رہی ہیں' آپ کی ناراضی ختم ہو کر نہیں دے رہی

ہے۔" مائرہ کے لہجے میں شکوہ تھا پر حیدر اب کم از کم چھوٹی مامی کو معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اس بات کو لے کر وہ دونوں کئی بار بحث کر چکے تھے، جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلنا تھا۔ اسی وقت بھی ایسا ہی ہوا۔

"امی خلع کی درخواست جب ہی دیں گی جب وہ آپ کی طرف سے مکمل مطمئن ہو جائیں گی؟" مائرہ اپنے آخری پتے بہت ہوشیاری کے ساتھ کھیل رہی تھی "آپ کے گھر والے ہم لوگوں کو بالکل پسند نہیں کرتے ہیں اس کے باوجود بھی....."

"ایسی بات نہیں ہے مائرہ!" حیدر نے تیزی سے اس کی بات کاٹی "وقتی تلخیوں کا یہ مطلب تھوڑی ہوتا ہے کہ مستقل قسم کی بدگمانیوں کو پال لیا جائے۔"

"تو پھر آپ کیوں ایسا ہی کر رہے ہیں؟"

حیدر چند لمحے اس کے سوال کا جواب نہ دے سکا، یونہی خاموشی سے اس کی شکل دیکھے گیا "ہاں واقعی!" اس نے بے بسی سے شانے اچکائے۔

مائرہ واقعی ناراض ہو گئی تھی، اسے ویسے بھی بات بات پر ناراض ہونے کی عادت تھی، حیدر کے لیے اس کی ناراضی ہمیشہ ہی سے اہم مسئلہ بن جاتی تھی اور اب جبکہ دل پھر سے پر امید ہو چلا تھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ ویلیو اختیار کرتی جا رہی تھی۔

ناراضی میں وہ بالکل چھوٹی مامی کی تصویر بن جاتی، تاک تاک کر طنز اور چن چن کر پرانے جھگڑے نکالتی رہی۔

حیدر کو بہت سی باتوں کی صفائی دینی پڑی۔

اچانک ہی ایک عجیب سا احساس ہوا۔

اندر شاید کوئی چیز گری تھی یا کیا کہ وہ ایک دم ہی کھڑا ہو گیا۔ مائرہ نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"امی کو دیکھ کر آتا ہوں، شاید اٹھ گئی ہوں۔" وہ بہت تیزی کے ساتھ اندر کی طرف گیا۔ مائرہ کا موڈ اب بحال ہونا شروع ہوا تھا، دل تو نہیں چاہ رہا تھا پر مصلحت بھی تو آخر کوئی شے ہے! وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

حیدر کے لیے اندر کا منظر تکلیف دہ تھا۔

امی شاید کافی دیر سے اٹھی ہوئی تھیں، کسی کو قریب نہ پا کر ممکن ہے انہوں نے آوازیں بھی دی ہوں، پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر انہوں نے سرہانے رکھی میز پر سے پانی کا گلاس اٹھا کر پینے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی تھیں۔

پانی کا گلاس ان کے قریب ہی بستر پر اوندھا پڑا تھا اور پانی کی بڑی مقدار ان کے کپڑوں اور بستر کو گیلا کر چکی تھی۔

حیدر جب اندر آیا تو وہ بہت بے بسی کے عالم میں دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے آواز دے لیتیں امی!" وہ بہت شرمندگی محسوس کر رہا تھا، معلوم نہیں کیوں اس سے ہمیشہ ہی غفلت ہو جاتی تھی۔

مائرہ بھی اندر آ چکی تھی، امی کو پانی پلا کر وہ مائرہ سے مخاطب ہوا۔

"میں امی کو صوفے پر لٹا دیتا ہوں، تم ان کے کپڑے اور بیڈ شیٹ وغیرہ چینج کر دو، ادھر سامنے الماری میں سے نکالو۔"

مائرہ کے لیے ان احکامات کی بجا آوری پہاڑ کی چوٹی سر کرنے کے مترادف تھی، فوری طور پر بچ نکلنے کا کوئی بہانا بھی ہاتھ نہیں آیا، وہ یونہی الماری کھول کر ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگی۔

"یہ سامنے ہی تو رکھے ہیں، ادھر کہاں دیکھ رہی ہو۔" حیدر سر پر ہی آ کھڑا ہوا۔

"ہاں بس نکال ہی رہی تھی۔" مائرہ بوکھلانے لگی، اسے بستر پر پڑے مریضوں سے وحشت ہوتی تھی، حیدر کی امی سے اور بھی زیادہ۔

حیدر کو امی کی تکلیف اور اپنی بے دھیانی دونوں کا احساس بے چین کیے دے رہا تھا۔

مائرہ کو فی الحال اپنی جان چھڑانی مشکل ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے، نازی کا انتظار کر لیتے ہیں۔ وہ تو آنے ہی والی ہو گی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ اتنی دیر تک ان گیلے

کپڑوں میں رہیں گی؟ نانی سے اٹھا نہیں جا رہا ورنہ میں ان سے ہی کہہ دیتا۔"

حیدر کو اس کی بات بہت بری لگی' امی کی دوا اور سوپ بھی نازی کے حسب ہدایت نہیں دئے جا سکے تھے تقریباً" گھنٹہ اوپر ہونے کو آیا تھا۔

مائرہ بمشکل کپڑے اور بیڈ شیٹ نکالنے کے مرحلے سے فارغ ہوئی' حیدر امی کو صوفے پر لٹا چکا تھا' بستر بدلنے میں وہ خود ہی مصروف ہو گیا۔

مائرہ نے امی کی طرف دیکھا' ناتواں بے بس وجود اس کی توجہ کا منتظر تھا۔

کمزور سا چہرہ' سوکھے سوکھے ہاتھ پاؤں' اس بیماری میں وہ آدھی بھی نہیں رہی تھیں۔ مائرہ کو انہیں دیکھ کر وحشت ہو رہی تھی' ہاتھ لگانا تو دور کی بات تھی۔ اتنے دنوں میں وہ ان کے اس قدر قریب کبھی آئی بھی نہیں تھی' کھڑے کھڑے حال پوچھ جانے پر ہی اکتفا کیا ہوا تھا۔ چھوٹی مامی نے اپنے سب بچوں کو ہدایت کی تھی۔ ایسے جان بلب' مریض سے پرہیز ہی رکھیں' ان کے خیال میں سب ہی بیماریاں اڑ کر لگنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

مائرہ کے دل کو کچھ ہونے لگا' وہ ایک دم ہی باہر نکل آئی' چند سیکنڈ میں ہی حیدر بھی نکل آیا۔

"اب کیا مسئلہ ہے!"

"وہ دراصل!" مائرہ آج بری پھنسی تھی "دراصل حیدر! مجھ سے پھپھو کو اس حال میں دیکھا نہیں جا رہا' معلوم نہیں نازی یہ سب کیسے کر لیتی ہے' میں تو....." اس کا لہجہ بہت دل گداز تھا اور کہیں سے آنکھوں میں دو آنسو بھی آ گئے' شاید اپنی حالت زار کے خیال سے۔

حیدر پر توقع سے برعکس اثر ہوا۔

"ہاں یہ تو ہے' تمہارا دل بہت نرم ہے' مگر امی کے لیے ہمت تو کرنا پڑے گی' وہ کافی حد تک....."۔

اندر سے امی آواز دے رہی تھیں۔

اب انہیں بیڈ پین کی ضرورت تھی' یہ کام فی الوقت مائرہ ہی انجام دے سکتی تھی' حیدر باہر نکل آیا' پیچھے پیچھے مائرہ بھی حیدر کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک طرح سے تو رکھا تھا نا!" اس کی پھر بھی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں نا!" مائرہ اب اپنا ضبط کھونے لگی تھی' اسے خود پر ہی غصہ آ رہا تھا کہ وہ اس وقت نیچے چلی ہی کیوں آئی' خدمت گزاری' صبر و ضبط اس کے نزدیک محض الفاظ ہی تھے' بے مقصد' بے معنی' حیدر نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ ایک تکلیف دہ خاموشی چپکے سے در آئی۔

وسیع لاؤنج کے دوسرے سرے پر اوپر جاتی سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں' مائرہ کی نگاہیں اسی طرف جمی ہوئی تھیں' اندر سے امی دوبارہ پکار رہی تھیں۔

حیدر نے گردن موڑ کر مائرہ کی طرف دیکھا۔

وہ محض اپنی مصلحتوں کا شکار تھی نہ چاہتے ہوئے بھی جانا پڑا' مگر دوسرے ہی لمحے وہ واپس باہر تھی اس کی نازک مزاجی اس طرح کے کاموں کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ساری رواداری ایک طرف کر کے وہ پھٹ پڑی۔

"مجھ سے نہیں ہوتے ایسے کام اور نہ ہی میں نے کبھی کیے ہیں۔ نازی کو فون کر دیں' وہ پہنچ جائے گی پندرہ بیس منٹ میں۔"

"اور جب تک وہ نہیں آ جائے گی تو کیا وہ اسی کنڈیشن میں....." دکھ اور حیرت کے مارے وہ اپنا جملہ بھی پورا نہیں کر سکا۔

"مجبوری ہے' کیا کیا جا سکتا ہے' سمجھنے کی کوشش کریں حیدر! میری طبیعت خراب ہو رہی ہے' میں اوپر جا رہی ہوں۔"

اس کا لہجہ پھر سے وہی نرم ملائم انداز اختیار کرنے لگا۔ جو حیدر کو بے حد اچھا لگتا تھا۔ مگر آج ایسا نہیں تھا۔

"آج آپ ضرور اوپر آئیے گا' امی سے آخر کتنی لمبی ناراضی چلانی ہے۔" سیڑھیاں چڑھنے سے پہلے اس نے ذرا سا چہرہ موڑ کر حکم دیا اور مطمئن سی اوپر چلی گئی۔

وہ امی کے کمزور سے ہاتھ پر پیار کر کے بے ساختہ ہی ہنس دیا۔

ے گئی' اسے اپنے حسن پر بھرپور اعتماد تھا۔

اندر سے امی کی آواز رہ رہ کر آئے جا رہی تھی اور وہ بے حد اکیلا کھڑا تھا۔ حیدر نے بے بسی کے عالم میں ان کے کمرے کی طرف دیکھا' ان کی تکلیف کا احساس اسے کمزور بنا رہا تھا' بے ساختہ ہی دل چاہا کہ چیخیں مار مار کر رونے لگے مگر خود پر ضبط کرتا ہوا وہ نانی کو بلانے کے خیال ان کے کمرے کی طرف جانے لگا' مگر وہ دو قدم چل کر ہی رک گیا' باہر سے نازی کی آواز آ رہی تھی۔

''آپ نے بہت اچھا کیا جو آ گئے' ابا تو آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔''

نہ معلوم وہ کس سے بات کرتی ہوئی آ رہی تھی' حیدر کے لیے تو اس کی آواز کو سننا اس وقت کسی بڑی نعمت کے حصول سے کم نہیں تھا۔

خود پر سے ایک بھاری بوجھ ہٹتا ہوا اس نے محسوس کیا۔

لاؤنج کا دروازہ کھلا' نازی کا چہرہ نمودار ہوا اور اس کے پیچھے آنے والا شاہ نواز تھا۔

''مین گیٹ کھلا پڑا ہے' تم نے لاک بھی نہیں کر رکھا' معلوم نہیں کب سے......''

امی کی آواز سن کر وہ اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ کر بیگ وہیں کرسی پر رکھ کر ان کے کمرے میں چلی گئی۔

حیدر شاہ نواز کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلا آیا۔

''میں نے سوچا' ایک بار خود ہی چل کر دیکھ لوں' شاید معاملہ سلجھ جائے' آپ کے بڑے ماموں ضرور کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔'' خیر خیریت کے بعد وہ اپنے مسئلہ کی طرف آ رہا تھا۔

حیدر نے مطمئن انداز میں اثبات میں سر ہلایا' اس کا دل چاہا کہ شاہ نواز کو بتائے کہ بڑے ماموں کی ساری فیملی ہی مسائل کا حل نکالنے میں بہت ماہر ہے۔

''دراصل حیدر صاحب! ہمارے خاندان میں طلاق کو بہت برا سمجھا جاتا ہے' اسی لیے میں اپنے اس غلط فیصلے کو نبھانے پر مجبور ہوں اور اس کی سزا کو میں اکیلا ہی نہیں بھگت رہا' میرے والدین' بہن بھائی سب ہی!'' ذرا رک کر شاید اس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی' شاید ایک محدود سے ماحول میں پرورش پانے کی ہی شاید وجہ تھی' جو میں یہ بے وقوفی کر بیٹھا۔''

عجیب بات تھی کہ حیدر کو آج نہ وہ برا لگ رہا تھا نہ اس کی باتیں بلکہ پہلی بار وہ اسے قابل رحم دکھائی دے رہا تھا۔

''ایک غلط عورت گھر میں آجانے کے بعد گھر گھر نہیں رہتا ہے' دوزخ بن جاتا ہے' حیدر بھائی! اور میرے ماں باپ محض میری وجہ سے اسی دوزخ میں رہنے پر مجبور ہیں۔''

حیدر اسے کچھ تسلی دینا چاہ رہا تھا کہ اسی وقت نازی نے دروازے میں سے جھانکا ''حیدر! ذرا آ کر پھپھو کو بیڈ پر لٹا دو۔''

وہ شاہنواز سے معذرت کرتا ہوا تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''حد کرتے ہو تم بھی! اگر امی گھر پر نہیں تھیں تو کم از کم مجھے بتانا تو چاہیے تھا' میں کچھ نہ کچھ کر کے جب ہی گھر آ جاتی اور امی کو بھی بس کیا کہوں! ایسا کیا ضروری کام آ پڑا تھا آخر۔''

بہت دنوں بعد وہ غصہ میں نظر آ رہی تھی۔

حیدر مسکرا دیا۔ امی کے کپڑے تبدیل ہو چکے تھے اور کمرہ ائر فریشنر کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔

امی نے اسے مسکراتا دیکھا تو خود بھی مسکرا دیں' جیسے اس کے دل کی بات سمجھ گئی ہوں' ایک گہری خوشی ماحول کا حصہ بننے لگی۔

''لاپروائی کی بھی انتہا ہے' نہ ٹائم پر سوپ اور نہ ہی دوا' میری توبہ ہے جو آئندہ تم لوگوں پر اعتبار کر کے کہیں جاؤں ساڑھے سات بجنے کو ہیں مگر یہاں......''

وہ غصے میں کہے چلی جا رہی تھی' اور حیدر کو آج پہلی بار اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ نازی کی موجودگی کا احساس ہی کتنا سکون آمیز ہے۔

شاہینہ باجی کو تو یقیناً'' سہیل کے لیے کوئی بھی اچھی لڑکی مل جائے گی مگر یہاں اس گھر کے لیے -

وہ اسی کے کمزور سے ساتھ پر پیار کر کے بے ساختہ ہنس دیا -

The End -